ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:-
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ
۸ اپریل ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَآءَ ثَلٰثَۃُ رَھْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِھَا کَاَنَّھُمْ تَقَالُّوْھَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُھُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّھَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَآءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَکَذَا اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواجِ مطہرات کے ہاں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق معلوم کیا اور جب اُن کو بتلایا گیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو تھوڑا سمجھا اور پھر کہا کہ حضورؐ کی تو تمام لغزشیں پہلی اور پچھلی اللہ نے معاف کر دی ہیں۔ پھر ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز (نفل) پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا۔ اور ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کرونگا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے حالانکہ میں تم سے زیادہ متقی اور خدا سے ڈرنے والا ہوں لیکن میں روزہ (نفلی) رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ شادیاں بھی کرتا ہوں۔ خبردار جس نے میری سنت چھوڑی۔ وہ مجھ سے نہیں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَیَتَصَدَّقُ مِنْہُ فَیُقْبَلُ وَلَا یُنْفِقُ مِنْہُ فَیُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ وَلَا یَتْرُکُہٗ خَلْفَ ظَھْرِہٖ اِلَّا کَانَ زَادَہٗ اِلَی النَّارِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْحُوا السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰکِنْ یَمْحُو السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ۔

(رواہ احمد)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کوئی شخص حرام مال کمائے اور اس میں سے صدقہ کرے تو نہ قبول کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے اخراجات میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرام مال چھوڑ مرتا ہے تو وہ مال اس کے لئے آگ کی سزا میں اضافے کا موجب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا، بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔ خبیث کو خبیث کے ذریعہ نہیں مٹاتا۔

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِیْنَ یُلْحِمُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا" رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ایسی ساعتیں ہیں کہ اس میں (دعا) رد نہیں کی جاتی۔ یا یہ فرمایا کہ بہت کم رد کی جاتی ہے۔ اذان کے وقت اور لڑائی کے وقت دعا جب کہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی بہت گرم ہو۔ (ابوداؤد) نے اسناد صحیح کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَالَ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ، بِکَ اَحُوْلُ، وَبِکَ اَصُوْلُ، وَبِکَ اُقَاتِلُ"، رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد فرماتے تو یہ دعا کرتے "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ وَبِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ" کہ اے اللہ تو ہی میرا معتمد علیہ ہے اور تو ہی میرا مدد گار ہے، تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تیری ہی قوت سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی قوت سے لڑتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی) ترمذی نے کہا حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ، وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ" رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے خوف و اندیشہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ اے اللہ ہم تجھ کو کافروں کے مقابل کرتے ہیں اور تیرے ذریعہ سے ان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ (ابوداؤد) نے اسناد صحیح کے ساتھ اس کو ذکر کیا۔

وَعَنْ عُرْوَۃَ الْبَارِقِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ الْاَجْرُ، وَالْمَغْنَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عروۃ البارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت تک کے لئے گھوڑے کی پیشانی میں خیر وابستہ ہے، اجر اور غنیمت (بخاری و مسلم)

وَعَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: مَنْ عَلِمَ الرَّمْیَ ثُمَّ تَرَکَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا اَوْ فَقَدْ عَصٰی" رَوَاہُ مُسْلِمٌ"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جو تیر اندازی سکھایا گیا ہو پھر اس کو چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا آپ نے فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱	۱۶ / ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۸ / اپریل ۱۹۶۶ء	شمارہ ۴۷

چینی رہنماؤں کا استقبال اور ہم!

چین کے صدر لیو شاؤچی اور ان کے رفقاء نے سفر مغربی پاکستان میں جہاں کہیں گئے پاکستانی عوام نے جوش عقیدت و محبت سے ان کیلئے دیدہ و دل فرش راہ کئے اور ہر جگہ ان کا عدیم المثال استقبال ہوا — ظاہر ہے ان کا شاندار اور بینظیر استقبال ہونا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ ان کے ملک نے تمام نتائج سے بے خبر ہو کر ایک نہایت آڑے اور صبر آزما وقت میں ہماری اخلاقی، مادی امداد کی تھی — ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو جب کہ ہم سے چھ گنا طاقتور دشمن نے ہم پر کسی علم و اطلاع کے بغیر اچانک حملہ کر دیا تھا، اُس کے جٹ طیارے ہماری پُر رونق بستیوں اور بے گناہ نہتے شہریوں پر اندھا دھند بم برسا رہے تھے۔ اُس کے سینکڑوں فیل پیکر ٹینکوں نے ہماری سرحدوں، دیہی بستیوں اور لہلہاتے کھیتوں کو تاراج کر کے ہمیں چونڈہ کے میدان میں موجودہ دَور کی ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑنے پر مجبور کر دیا تھا اور ہماری سرحد کی مساجد، مدارس، معصوم بچے اور دوشیزائیں بھارتی وحشت و بربریت کا نشانہ بن رہے تھے تو اس وقت چینی حکومت اور عوام نے ہی دوستی کے لمبے چوڑے دعوے کرنے والے ہمارے مغربی حلیفوں کے علی الرغم جی کھول کر ہمارا ساتھ دیا تھا اور ہمیں اپنے خلوص اور محبت کی زنجیر کا اسیر کر لیا تھا۔ ہم یقیناً ارشاد باری تعالےٰ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ کی روشنی میں ان کے اس احسان کو کسی صورت میں فراموش نہیں کر سکتے اور تا دم زیست ہر آڑے وقت میں ان کے پہلو بہ پہلو کھڑے رہیں گے لیکن ہمیں مسلمان ہوتے ہوئے اس حقیقت کو بھی کسی صورت میں نہ بھولنا چاہیئے — کہ ہم خدا کے بندے اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں — اللہ رب العزت کا فضل ہمارے شامل حال پہلے ہوا اور بعد میں چینی حکومت اور عوام کے دلوں میں ہمارے لئے محبت و ہمدردی کے جذبات ہویدا ہوئے اور ہم اللہ کی امداد و نصرت سے کامیاب و کامران ہوئے۔ چنانچہ ہمیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہدیۂ سپاس و عقیدت پہلے گزارنا چاہیئے۔ اور اس کے احکام و فرامین کو زندگی بھر کے لئے شعار بنا لینا چاہیئے۔ ہم یقیناً اس کے حق میں ہیں کہ چینی رہنماؤں کا استقبال اس سے بھی بہتر ہوتا۔ اور ان کے ساتھ اس سے زیادہ محبت و عقیدت اور مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا جاتا۔ لیکن ہمیں یہ ہرگز گوارا نہیں کہ استقبال کی شکل میں شریعت کے احکام، فرامین خداوندی اور دینی قدروں کی پامالی ہو اور عریانی و بے حیائی کا وہی مظاہرہ دیکھنے میں آئے۔ جو یورپین اور لادینی تہذیب و تمدن کا خاصہ ہے، مگر بد قسمتی سے استقبال کے دوران عریانی و بے حیائی اور بدتمیزی کے وہ وہ مناظر دیکھنے میں آئے جو ایک مسلمان مملکت اور اس کے باوقار شہریوں کے کسی طرح بھی شایانِ شان نہیں تھے — عورتوں اور بچیوں کے غول کے غول ٹیڈی لباسوں میں ملبوس ہرنیوں کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہوئے غیر ملکی رہنماؤں کے استقبال کے لئے اُڑے چلے جا رہے تھے اور اکثر بدمعاش اور لفنگے اُن پر آوازے کسنے اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے۔ پھر اس سے زیادہ جو کچھ ہوا اور ایئرپورٹ پر اور سارے راستے میں غنڈوں نے جو گل کھلائے اس کی تفصیل کچھ واقفانِ حال ہی بیان کر سکتے ہیں۔ تاہم یہ جو کچھ ہوا عوام کی ذہنی بے حسی، بے تنظیمی اور جہالت سے ہوا۔ لیکن حکومت نے بھی بہرحال اس سلسلے میں اپنے فرائض سے اغماض برتا اور اسلامی احساسات و جذبات سے غفلت کا ثبوت دیا ہے۔ جگہ جگہ ننھی ننھی مسلمان بچیوں سے رقص کروائے گئے۔ غیر ملکی رہنماؤں کے اعزاز میں مختلف ثقافتی شو منعقد کئے گئے۔ جن کی وجہ سے دینی حمیت و غیرت مجروح ہوئی اور تہذیب و شرافت نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب ہمارے صدر مملکت چین کے دَورہ پر گئے تھے تو چینی رہنماؤں نے بھی بچیوں سے ناچ کروائے تھے اور ان کے اعزاز میں اپنی تہذیب اور معاشرت کے مطابق ثقافتی شو ترتیب دئے تھے لیکن ان کی لادینی تہذیب میں یہ چیزیں عیب نہیں، خوبی گنی جاتی ہیں — ان کی تہذیب، ان کی معاشرت اور ان کا نظریۂ حیات ہم سے قطعی جدا گانہ ہے۔ ہماری تہذیب میں یہ چیزیں عیب ہیں، گناہ کبیرہ ہیں، خدا کی ناراضگی کا سبب اور اس کے غضب کو دعوت دینے والی ہیں۔ اور اسلام سے ان کو دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اپنی معزز حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اور اسلام ہی کے نام پر قائم اس ملک میں ان تمام خرافات سے کامل اجتناب کرے ورنہ عوام یہ باور کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ کارپردازانِ مملکت کا پیش کردہ تصور اسلامی اس اسلام سے قطعی مختلف ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ اور جس میں ایسی عریانیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

آخر میں ہم چینی رہنماؤں کے دورۂ پاکستان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور ان کو یقین دلاتے ہیں کہ پاکستانی عوام انشاء اللہ العزیز ہر آڑے وقت میں اپنے چینی بھائیوں کا پورا پورا ساتھ دیں گے اور اس سلسلے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ٹولنٹن مارکیٹ میں

لحمِ خنزیر کی فروخت

غازی خدا بخش

اس خبر سے مسلمانانِ پاکستان حیطۂ حیرت میں غرقاب ہیں۔ کہ انہوں نے جس پاکستان کو اسلامی تہذیب کا گہوارہ بنانے کے لئے قائم کیا تھا۔ اسی میں آج اسلامی اقدار کو مٹانے کا کام کس شد و مد سے ہو رہا ہے۔ لحم خنزیر کا کھانا کوئی چھپی ڈھکی مہلک امراض سے نہیں بلکہ نص صریح سے واضح

تعلق باللہ

یہ تقریر شیخ المعقول والمنقول استاذ الاسناذ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالخالق صاحب صدر مدرس دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا نے مدرسہ عربیہ احیاء العلوم مظفرگڑھ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۸ر مارچ ۱۹۶۶ء میں فرمائی۔

مرتبہ: محمد رمضان مظفر گڑھی حال متعلم دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ ضلع جھنگ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم —

قال اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ :-

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○

قبل ازیں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم خیرالمدارس نے تقریر فرمائی جس کا موضوع تعلق باللہ تھا۔ اور بعد نماز مغرب حضرت مولانا عبدالمالک صاحب نقشبندی نے مراقبہ کرانا ہے لہٰذا میں بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ تعلق باللہ کے موضوع کو بیان کروں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے بیان کرنے اور ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

قال اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ :-

فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس جملہ میں فرماتے ہیں کہ اے بندو! جب تم رب تعالیٰ کو زمین پر پکارتے ہو تو رب تعالیٰ عرشِ معلّٰی پر بیٹھ کر تمہارا ذکر کرتا ہے۔ حضرت مولانا ثابت صاحب رحؒ ایک دن اپنے مریدوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں جب یاد فرماتے ہیں تو مجھے فوری طور پر پتہ چل جاتا ہے۔ مریدین حضرات کے دل میں شبہ ہوا کہ ان کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ تو حضرت صاحب نے ان کے شبہ کا ازالہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ٹیلیفون اور وائرلیس لگا دی ہے کہ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ۔ گویا ہم جب ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اسی ہی وقت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بھی ہمارا ذکر فرماتے ہیں۔ مولانا صاحب (خیر محمد صاحب) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیا جائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں انسان کو سینکڑوں چیزوں کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں۔ انسان کو بیوی کے ساتھ بھی ایک تعلق ہے، دوست احباب کے ساتھ بھی تعلقات ہوتے ہیں، مال و زر کے ساتھ بھی انسان کو تعلق ہوتا ہے۔

یاد رکھو! دنیا کے سارے تعلقات کٹ جانے والے ہیں۔ میرے دوستو! اگر مرنے کے بعد ابدالآباد تک کسی تعلق نے باقی رہنا ہے تو وہ صرف تعلق باللہ ہی ہے۔ یہ تعلق مرنے کے بعد انسان کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ اور یہی تعلق انسان کو جنّت میں پہنچائے گا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ اگر تعلق قائم کرنا ہو تو سب سے پہلے اسے اپنے دل میں یاد کرو۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ حدیث قدسی ہے کہ رب تعالیٰ و سبحانہٗ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر بندہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس جماعت سے اعلیٰ اور افضل جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں ملائکہ کی جماعت ہے اور انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے اور صحابہ کرام رضؓ، صلحاء، اولیاءِ عظام کے ارواح ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے۔ تو میں اس کی طرف ایک گز چل کر آتا ہوں۔ رب تعالیٰ کی شفقت اور رحمت پر ذرّہ بھر تو غور کیجئے جو کہ بارش کی مانند بندہ پر نازل ہوتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر بندہ میری طرف ایک گز چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دو گز چلتا ہوں۔ اگر کوئی بندہ چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں یہ ہے مقصود اور منشاء خداوندی کہ دنیا میں میرے بندے سارے کے سارے میرے ساتھ جڑ جائیں۔

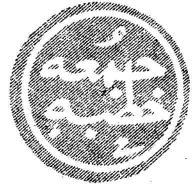
افسوس! کہ انسان اپنے آپ کو ہر شے کے ساتھ جوڑتا ہے مگر رب العزت سبحانہٗ وتعالیٰ ہی سے توڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں اپنے بندے کے دل، دماغ، آنکھوں اور کانوں میں سما جاؤں۔ یاد رکھو! حدیث قدسی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ میرا قرب چاہتا ہے اور مجھے ہر وقت یاد کرتا ہے یعنی یاد کرتے کرتے میرے قریب ہو جاتا ہے، تو میں اس کے ساتھ محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ گویا محب ذات باری تعالیٰ اور محبوب بندہ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو گویا اس کے سارے اعضا میں سما جاتے ہیں — چنانچہ اس کی رضا کے لئے انسان اپنی تمام نقل و حرکات کرتا ہے

برکات ذکراللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

(ف ۱) قدسی حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان ذکر الٰہی کرنے لگ جاتا ہے تو صرف یہی ذکر ہی انسان کو عذابِ آخرت، عذابِ جہنم اور عذابِ قبر سے نجات دلاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز ناجی نہیں بن سکتی۔ مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

(ف ۲) ایک اور حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ خَنَسَ فَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ —— یعنی حضرت انسان کا دل شیطان کے قبضہ میں ہے۔ شیطان اپنے گھٹنے ٹیک کر انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ اگر شیطان کے قبضہ سے کوئی چیز چھڑانے والی ہے تو وہ ذکر الٰہی ہے۔

(ف ۳) ذکر الٰہی کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر دل کی صفائی ہو سکتی ہے تو صرف ذکر اللہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا اَذْنَبَ نَقَطَ عَلٰی قَلْبِهٖ۔ کہ جب انسان سے کوئی گناہ (صغیرہ یا کبیرہ) صادر ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ جب دوبارہ کوئی گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذہ القیاس۔ گناہ کرنے سے اس کے دل پر سیاہ نقطے لگتے جاتے ہیں جب اپنے گناہوں پر انسان ندامت کرتے ہوئے توبہ کر لیتا ہے تو اس کے دل کی منجائی اور پالش ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ کہ قلب انسانی کی منجائی صرف ذکر اللہ ہی ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ



۹ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق یکم اپریل ۱۹۶۶ء

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کرنیوالا جہنم کا مستوجب ہوگا

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ -

ترجمہ : البتہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا نمونہ ہے -

ہر مسلمان کا یہ بنیادی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ اس حقیقت پر ایمان رکھتی ہے کہ قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی کے لئے اصل معیارِ حق تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے -

مگر چونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے - اور استاد و مرشد کی قابلیت و اہلیت کا اندازہ اس کے شاگردوں اور مریدوں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے - اس لئے اللہ جل شانہٗ نے قرآنِ عزیز میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی معیارِ حق قرار دیا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کا مستوجب ٹھہرایا ہے -

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ○

ترجمہ : اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کے ہاں ہدایت واضح ہو چکی ہے - اور مومنین (یعنی صحابہ کرام رضؓ) کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا - تو ہم اُسے اُسی رات کے سپرد کر دیں گے جس پر وہ جا رہا ہے اور (آگے چل کر) اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے -

حاصل

یہ نکلا (۱) کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ السلام کی مخالفت کرے گا اور صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ دین میں اختیار کریگا وہ سیدھا جہنم میں جائے گا -

۲ - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ پر چلنا بھی شرعاً ضروری ہے - چنانچہ وہ بھی معیارِ حق ہیں - اگر صحابہ معیارِ حق نہ ہوتے تو ان کی راہ کے خلاف چلنے والے کو جہنم کا سزاوار نہ ٹھہرایا جاتا -

انّ بنی اسرآئیل تفرقت علیٰ ثنتین و سبعین ملۃ و تفترق امتی ثلث و سبعین ملۃ کلھم فی النّار الّا ملّۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی - (رواہ الترمذی)

ترجمہ : بنی اسرائیل کی قوم بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی میری امت تہتّر فرقوں میں منقسم ہو گی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا اور باقی سب دوزخ میں جائیں گے - صحابہؓ نے پوچھا —— یا رسولؐ اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہو گا؟ آپ نے فرمایا - وہ فرقہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہے "

نتیجہ

یہ نکلا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق اور آپ کے اصحاب کا طریق ہی جنت کا راستہ ہے - جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے طریق پر چلے گا کامیاب و کامران ہو گا اور سیدھا جنت میں جائے گا اور جو شخص یا فرقہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے طریق کے خلاف کوئی دوسری راہ نکالے گا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق نہیں تسلیم کرے گا اس کا ٹھکانا ٹھیک جہنم ہو گا - اور وہ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو گا -

دوسری شہادت

عَنْ عمر بن الخطّاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سئالتُ ربّی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الیّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السّماء بعضھا اقویٰ من بعض ولکلّ نورٌ فمن اخذ بشیئٍ ممّا ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علیٰ ھدًی قال و قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم - (رواہ رزین)

ترجمہ : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنی وفات کے بعد صحابہ کے درمیان اختلاف کی بابت دریافت کیا - (یعنی یہ کہ ان کے درمیان اختلاف ہو گا - اس میں کیا مصلحت ہے) خداوند تعالےٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ آگاہ کیا - کہ اے محمدؐ! تیرے اصحاب میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے — بعض ان میں قوی ہیں (یعنی ان میں زیادہ روشنی ہے) لیکن بہرحال سب روشن ہیں پس جس شخص نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے -

عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں - ان میں سے

تم جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔

حاصل

یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی راہ پر چلنے اور راہ ہدایت پر گامزن ہونے کے لئے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلنا ہر مسلمان کے لئے لازم اور واجب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ہر صحابی آسمان ہدایت کا روشن ستارہ اور مخلوق خدا کے لئے رہنما اور معیار حق ہے۔

تیسری شہادت

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمس النار مسلمًا او رای من رانی (رواہ الترمذی)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس مسلمان کو آگ (یعنی دوزخ کی آگ) نہ چھوئے گی۔ جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھ کو دیکھا ہو۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وجود مقدس بھی اس قدر پاکیزہ، مطہر اور مبارک تھے کہ ان کی زیارت بھی جنت میں داخلہ کی ضمانت تھی

شہادت قرآنی

ارشاد باری تعالے ہے:-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

ترجمہ: اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد کرنے والوں (یعنی انصار) سے اور جن لوگوں نے ان مہاجرین وانصار کی اچھی طرح پیروی کی اُن سے اللہ تعالے راضی ہوئے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

صحابہ کی پیروی بھی رضاءِ الٰہی کا سبب بنتی ہے

آیت بالا میں صرف مہاجرین وانصار سے ہی اپنی رضامندی کا اعلان نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیروی کرنے والوں کو بھی رضائے الٰہی کے تمغہ سے نوازا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی پیروی بھی رضاء الٰہی کا سبب بنتی ہے۔ اگر صحابہ کرام رض معیار حق نہ ہوتے تو اللہ جل شانہ ان کی پیروی کرنے والوں کو اپنی رضا کے تمغہ سے کبھی نہ نوازتے۔ چنانچہ یہ آیت صاف طور پر شہادت دیتی ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق تھے۔

دوسری شہادت قرآنی

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔

ترجمہ: پس اگر وہ لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم (صحابہ) ایمان لائے ہو۔ تو وہ ہدایت پاگئے

مقصد

یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان ساری امت مسلمہ کے ایمان کے لئے کسوٹی ہے۔ ہر مومن کا ایمان صحابہؓ کے ایمان کی کسوٹی پر کس کر پرکھا جا سکتا ہے۔ اگر وہ صحابہؓ کے معیار پر پورا اترے تو عند اللہ مقبول ہے ورنہ نہیں ——

تیسری شہادت قرآنی

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (پ ۲۶ - سورہ فتح)

ترجمہ:- یقیناً اللہ تعالے ان ایمان والوں سے راضی ہوگیا جو درخت کے نیچے (اے نبی کریم) آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالے نے ان کے دلوں کا حال بھی جان لیا۔ تو اللہ تعالے نے ان کے دلوں میں صبر وسکون اطمینان قلبی کی صورت میں نازل کر دیا اور ان کو بہت جلد فتح عطا فرمائی اور بہت سا مال غنیمت بھی عطا فرمائے گا۔ جسے وہ لیں گے اور اللہ تعالے زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تعالے نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کروگے۔ پھر تمہیں اس نے یہ جلدی دے دی اور اس نے تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دئے تاکہ ایمان والوں کے لئے یہ ایک نشان ہو۔ اور تاکہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے۔

محترم حضرات! یہ آیات قرآنی بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کی شان اور ان کے کامل ایمان کے بیان میں ہیں۔ جب علام الغیوب خالق و مالک کل نے ان حضرات کے ایمان کامل پر اپنی رضامندی کی سندیں عطا فرمادیں تو پھر ان کے متعلق بدگمانی کرنا یا انہیں معیار حق نہ قرار دینا اپنے ایمان سے عاری ہونے کی دلیل ہے۔

اصحاب رسولؐ کی تنقیص کرنے والا زندیق ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو۔ خدا کی لعنت ہو تمہارے اس بُرے فعل پر۔ (ترمذی)

ابو زرعہ رازیؒ فرماتے ہیں:-

"جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تنقیص کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسولؐ حق ہے اور قرآن حق ہے اور جو رسولؐ لایا ہے وہ حق ہے اور چونکہ ان کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرامؓ ہیں تو یہ لوگ ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تاکہ کتاب اور سنت کو باطل کر دیں اس لئے انہی کو مجروح کرنا اولیٰ ہے یہی لوگ زندیق ہیں۔

اسی نظریہ کے پیش نظر اہل حق نے ہمیشہ پوری تحقیق کے ساتھ صحابہ کرام پر عائد کردہ الزامات کے مسکت جواب دیئے حق و باطل میں فرق کیا۔ کھرے اور کھوٹے کو پرکھ کر ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کے دامن تقدس پر ادنیٰ درجہ کا دھبہ بھی نہیں آنے دیا۔ جیسا واقعہ تھا اسی کو اپنایا اسی کو ظاہر کیا اور اسی پر امت کو چلایا۔

(الاصحابہ فی تمییز الصحابہ جلد اوّل صدا کا ترجمہ)

مولانا سید مناظر احسن گیلانی

وفات حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ہجرت کا تینتیسواں سال اپنی ہستی فنا کرتے ہوئے . . . . اپنے اخیر مہینے ذوالحجہ میں قدم رکھ چکا ہے۔ عرب و عجم کی بیشمار روحیں عشق الہٰی میں سرشار و مست ہو ہو کر مکہ معظمہ کی وادیوں میں پھیل رہی ہیں۔ عراق کے مسافر ذاتِ عرق کے راستہ سے ربذہ کی پرُ فضا منزل سے گزر کر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کی دل گداز آوازوں سے ان دبی چنگاریوں کو بھڑکا رہے ہیں۔ جنہوں نے ابوذرؓ کے سینہ کو آتشدان بنا رکھا تھا۔

ربذہ کے سامنے سے جو حاجی متانہ لباس میں پا برہنہ گزرتا، اگر اور کچھ نہیں کرتا تھا۔ تو کم از کم ابوذرؓ کے دل کو ضرور روند ڈالتا تھا۔

خصوصاً اس سال کہ تمام ممالک محروسہ اسلام میں یہ اعلان عام طور سے حقیقی ہوگیا تھا کہ اس سال بھی مدینہ کا روحانی و جسمانی سلطان اپنے حقیقی مالک قدوس کے آستانہ پر جبین نیاز جھکانے آئے گا۔ یعنی عام طور پر یہ خبر ملک میں گرم تھی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حج میں بھی شریک ہوں گے۔

دور دور کے لوگ یک کرشمہ دو کار کے اصول کو پیش نظر رکھ کر مکہ امنڈے چلے آتے تھے۔ کہ حقیقی و مجازی دونوں جمال و جلال کا نظارہ ایک ہی سفر میں ملتا ہے۔ مختلف ملکوں کے صوبہ داروں، والیوں کے نام بھی پروانے جاری کئے گئے تھے۔ کہ اس سال خدائے واحد کے دربار میں آکر بیت اللہ کے خادم عثمان سے مل جائیں۔

الغرض اس سال کی مختلف خصوصیتوں نے عشق کے بازار کو بہت زیادہ گرم و تیز کر دیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اسی حالت میں ربذہ کے درویش کی آگ بھی جس قدر اشتعال انگیز ہو کر بھبھک رہی ہوگی۔ اس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آخر بیماری دل نے کام تمام کیا مدت سے آہستہ آہستہ سلگنے والی آگ دل و جگر کے ہر ریشہ میں پیوست ہو گئی۔ جو جسم انسانی تھا وہ از فرق تا بقدم سرا اور فقط انگارا ہو کر دہکنے لگا۔ حتیٰ کہ طاقت رفتار نے ساتھ چھوڑ دیا۔ قوتوں نے جواب دیا اور وہ جو کہ سامان سفر میں مصروف تھا۔ بستر مرض پر یاس و ناکامی کی چند ٹھنڈی آہوں کے بعد اس طرح لیٹ گیا۔ کہ پھر کبھی نہ اٹھا۔

دنیا نے سمجھا کہ کوئی مادی بیماری ہے۔ لیکن جنہوں نے آپ کے حالات کا مطالعہ ابتدا سے کیا تھا وہ سمجھ گئے۔ کہ جو چرکا مکہ کے کسی چبوترہ پر لگایا گیا تھا۔ وہ اب گہرا ہو کر بیماری کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ضعف نے آپ کو اس درجہ مجبور کیا کہ باوجود قرب کے سب سے آگے رہنے والا سرباز آج سب سے پیچھے رہ گیا یا در کھ لیا گیا۔ آپ جس خیمہ میں بیمار ہو کر پڑ گئے تھے اسی کے سامنے سے روزانہ حاجیوں کا قافلہ امنگوں اور ارمانوں کے ساتھ گزرتا۔ اور آپ کے دل پر رہ رہ کر چوٹ پڑتی آرزوؤں کا دولہ اٹھتا اور تن زار کی کمزوری گرانی ایک عجیب کشاکش تھی ہر بن مو سے گویا آواز آ رہی تھی۔ ع

بے شک عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں
طاقت بقدر لذت دیدار بھی نہیں!

ضعف کا یہ حال کہ دو قدم چلنا بھی دو بھر تھا۔ اور حسرتوں کی وہ سینہ زوریاں کہ جس طرح بھی ہوا ابراہیمؑ کے سر پر چمکنے والی بجلی یا فاران والی خانہ بلبط کی روح کو منور کرنے والی تجلی ایک دفعہ دل جان پر کوند جاتی، گذر جاتی۔ لیکن جہاں صرف اپنی خواہشوں کی پابندی ہو۔ وہاں ان باتوں کو کون پوچھتا ہے۔ آہ کہ جس پردہ جلال کے ناصیہ ان اللہ غنی عن العالمین۔ ترجمہ۔ اللہ تمام عالم سے مستغنی ہے۔

آتشین حروف بھی لکھا ہوا ہو، وہاں میں یہ چاہتا ہوں" کی آواز کون سنتا ہے۔ ابوذرؓ نے چاہا۔ لیکن جیسے ابوذرؓ چاہتا تھا۔ اس نے نہ چاہا پھر کیا مجال تھی۔ کہ ربذہ کا بیمار ایک قدم بھی آگے بڑھا سکتا۔

آخر یہی ہوا کہ بیماری و نقاہت نے مجبور کیا۔ حضرت ابوذرؓ اس پرُ شوکت حج میں شریک نہ ہو سکے۔ کیا کرتے تھک کر ربذہ کے خیمہ میں پڑ گئے۔

ربذہ کے باشندے ایک تو یوں ہی تھوڑے تھے اس پر کل سرکاری آدمی ان بیچاروں کو کیا علم تھا کہ افق غیب میں کیا مستور ہے۔ حضرت عثمانؓ کی آمد کی خبر سن کر وہاں کے کل آدمی مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

ربذہ بالکل خالی ہو گیا، زندہ نفوس میں وہاں صرف آپ کا ایک جسم بیمار اور آپ کے اہل و عیال رہ گئے اور بس ادھر مناسک و زیارت کے دن بھی قریب آ چکے تھے۔ کہ مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی بند ہو گیا سڑک بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ ع

سبحان اللہ کسی کی زبان سے کچھ نکل گیا تھا۔ فقط اس کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا سامان ہو رہے ہیں ابوذر دمشق سے بلوائے جاتے ہیں۔ مدینہ سے ربذہ بھیجے جاتے ہیں۔ حج کے بہانے سے ربذہ کو خالی کیا جاتا ہے۔ اور آہ کہ وقت بھی وہ رکھا جاتا کہ راہ کا راہی اور سڑک کا کوئی مسافر بھی میسر نہ آ سکے۔

"این ہمہ غوغا برائے تیم جانے می شود"

کہ فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْد کی قوتوں کو مانو اور اس کے آگے سر بسجود ہو جاؤ۔

خیر جب سارا سامان تیار ہو گیا۔ دیکھ لیا گیا۔ کہ شرائط جو زبان سے ادا ہوئے تھے۔ ٹھیک پورے ہو چکے ہیں۔ کہ یکایک اسی ہو کے میدان میں جہاں چند جانوں کے علاوہ دور دور تک شاید کوئی پر مارنے والا پرندہ بھی موجود نہ تھا۔ ربذہ کی صوفی، خیمہ والی کالی تنبار دار عورت (یعنی حضرت ابوذرؓ کی حرم محترمہ) نے ایک چیخ ماری، خدا جانے انہوں نے کیا دیکھا۔ اور کس کو دیکھا مگر فوراً ہچکیوں میں ملی ہوئی نرم آواز میں حضرت ابوذرؓ کے بستر سے آواز آئی "تم کو کس نے رُلایا؟"

بیوی صاحبہ۔ تمہارا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور میں عورت ہوں، اتنی قوت نہیں کہ اس پتھریلی زمین میں تمہارے لئے . . . . . کھود سکوں گی، اور آہ کہ گھر میں ایک دھجی بھی نہیں، جس میں تمہیں لپیٹ کر . . . . کر سکوں گی۔

حضرت ابوذرؓ یہ سن کر نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ ان سامانوں کا جو اصلی منشا تھا، اس کو ان الفاظ میں ظاہر فرمانے لگے۔

"مت رو، اس لئے نہ رو! صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ قطعاً تم لوگوں میں سے ایک شخص ایک چٹیل سنسان وادی میں جان دے گا۔ جس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک گروہ آکر شریک ہوگا۔ اور میں اس دن سے اندازہ کر رہا ہوں کہ وہاں پر جتنے لوگ تھے ان میں سب کے سب کسی شہر یا آبادی میں وفات پا چکے اور اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ جو اس وقت اس وادی بیکسی میں دم توڑ رہا ہوں، بس جا! راستہ پر جا کر بیٹھ مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آ رہی ہوگی۔ کیونکہ خدا کی قسم نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔"

بیوی صاحبہ:۔ خدا جانے اب لوگ کہاں سے آئیں گے، حاجیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ راستہ بالکل سنسان پڑا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا، تم جاؤ تو سہی جا کر دیکھو بھی تو! سمجھنے والوں کو اب جا کر معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا تھا۔ ع

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

کے لئے ہو رہا تھا۔ غفار کا بہادر جوان صیدگاہِ عشق میں کودا تھا۔ اس پر جو تیر چلایا گیا تھا۔ آج جا کر نشانہ پر بیٹھتا ہے۔

روتی دھوتی، یاس و ناکامی کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ اٹھیں اور سڑک کے کنارے آکر بیٹھ گئیں مایوسانہ نگاہیں افق تک پھیل کر کسی چیز کو انتہائی بے کسی کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں۔ اور پھر ناکامیوں کے ہجوم میں واپس آ جاتیں۔ یہ سلسلہ آمد و رفت کا اسی طرح قائم تھا

کہ یکایک مسندا کے چہرے سے نقاب اٹھ گیا اور اس کی خبر گرد و غبار کی صورت میں ایک جانب سے آ گئی، بیوی صاحبہ کا اس وقت کیا حال ہوا ہوگا۔ لکھنے کی ضرورت نہیں سوچنے کی ضرورت ہے۔

پردہ چاک ہوتا ہے۔ اور اندر سے گرد میں اٹھائے اونٹوں کی ایک قطار انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ نمودار ہوئی۔ ابن سعد کا بیان ہے۔ کہ وہ اس طرح اڑتے چلے آ رہے تھے۔ کہ گویا بھاری پرندوں کی ٹولیاں زناٹے بھرتی ہوئی آ رہی ہیں۔ عربی عماموں والے شتر سوار گرد و غبار میں ڈوبے ہوئے ان پر سوار تھے۔ آناً فاناً وہ لوگ بیوی صاحبہ کے سر پر پہنچ گئے۔ ان لوگوں کی یکایک نگاہ آپ پر پڑی۔ اس عالم تنہائی میں ایک عورت کا اس طرح سے کھڑا رہنا حیرت میں ڈال دینے کے لئے کافی تھا۔ نکیلیں ڈھیلی کر دی گئیں۔ اونٹ روک دیئے گئے جو آگے تھے۔ اس نے آپ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

بیوی صاحبہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔ آپ پر کیا حادثہ گزرا؟ بیوی صاحبہ: مسلمانو ایک آدمی بیچارہ مر رہا ہے۔ خدا کے لئے اس کے دفن کا سامان کرو۔"

اس کے بعد جو جملہ آپ کی زبان سے نکلا، دل کے کرشمے اڑا دیتا ہے۔ کلیجہ پاش پاش ہو جاتا ہے بے نیاز کی بے نیازیوں کا مرقع کچھ اس طرح آنکھوں کے سامنے عریاں ہوتا ہے کہ دل بیٹھا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! ابوذر راتوں کو پیشانی گھس گھس کر صبح کر دینے والا ابوذر! آہ! کہ وہی ابوذر جس نے عشق و سرمستی میں اپنی عمر کاٹ دی۔ توحید و سنت کی اشاعت میں در بدر پھرنے والا ابوذر! محض آسمانی محبوب کی رضاجوئی میں دولت و امارت سے کنارہ کش ہونے والا ابوذر صرف اسی کی پوجا کے لئے آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلی بھیڑیوں کی طرح زندگی گزارنے والا ابوذر! آہ! کہ وہی ابوذر آج ایک جنگل میں جان دے رہا ہے اور اس طرح دے رہا ہے کہ ان کی بیوی اللہ اللہ! مسافروں کے سامنے اس لئے کھڑی ہیں۔ کہ ان کے کفن کے لئے بھیک مانگیں۔

"غنی مطلق کی استغنائے مطلق کی یہ کارفرمائیاں ہیں اس روحانی بادشاہ کی بیوی کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔ اور مقربوں اور صدیقوں کا زمرہ آب آب ہوا جاتا ہے

اس بیچارے مسلمان کے پاس کفن نہیں ہے۔ خدارا ان کے کفن کا بھی سامان کرو۔ خدا کے یہاں اجر پاؤ گے"

شتر سوار نے پوچھا کہ وہ کون آدمی ہے۔ آواز آئی "ابوذر صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم"

یہ سن کر ہوش اڑ گئے حواس خبط ہو گئے۔ کہرام مچ گیا۔ سننے والوں نے شور بپا کر دیا، غل تھا کہ،

"وہ ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں، وہ ان پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں"

اونٹوں کی پیٹھیں خالی ہو گئیں، کوڑے ان کی گردنوں میں لٹکا کر، چیختے ہوئے گریاں و نالاں، افتاں و خیزاں مریض کے خیمہ کی طرف دوڑ پڑے۔

حضرت ابوذرؓ نے بیوی صاحبہ کو ادھر بھیج کر اپنی بچی کو پکارا، اور فرمایا۔

"بیٹی ایک بکری ذبح کر لو اور فوراً اس کے گوشت کو آگ پر چڑھا دو گھر میں مہمان آ رہے ہیں۔ جب وہ مجھے دفن کر لیں تو تم ان سے کہنا کہ ابوذر نے آپ لوگوں کو خدا کی قسم دی ہے۔ کہ جب تک نہ کھا لیں اپنی سواریوں پر سوار نہ ہوں"

اس کے بعد فرمایا کہ مہمانوں کی ایک جماعت آنے والی ہے۔ جو کھاتی پیتی نہیں لیکن خوشبو سونگھتی ہے۔ ایک نافہ مشک کا پڑا ہوا ہے۔ اسی کو گھس کر پانی میں ملاؤ۔ اور تمام خیمہ پر اسے چھڑک دو۔ عنقریب وہ آنے والے ہیں۔

روح جسم کو چھوڑ رہی ہے۔ سکرات کی حالتیں طاری ہیں۔ لیکن اس وقت بھی جو خیال عملی صورت اختیار کر رہا ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو میں لکھ چکا ہوں کہ علم و عمل پر منطبق ہو جاتے۔

خلیل ابوذر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتایا تھا۔ کہ مہمانوں کا اکرام کیا کرو، پس گو جان نکل رہی ہے۔ لیکن جو قول اس میں منجذب ہو گیا تھا۔ اس پر عمل کرنا بھی ضرور ہے۔

خیر یہاں تو یہ سامان ہو رہے ہیں۔ اتنے میں آہ و بکا کی غوغا میں شتر سواروں کی جماعت خیمہ کے اندر آ گئی۔ مسلمانوں کی اس جماعت کو دیکھ کر جاں بلب ابوذرؓ کے بدن نے گویا ایک جھرجھری سی لی، یکایک حجۃ الوداع کی آخری وصیت بتوبہ صلی اللہ علی صاحبہا۔

الا فلیبلغ الشاهد الغائب۔ دیکھو جو یہاں موجود ہے۔ وہ غیر حاضر لوگوں کو میرا قول پہنچاتے۔

موت کی تمام سختیوں پر غالب آ گئی۔ ان لوگوں کو دیکھ کر فرمانے لگے۔

"تمہیں خوشخبری ہو" تم لوگوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مژدہ سنا گئے ہیں۔ یعنی فرمایا تھا، کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے کفن و دفن میں شریک ہوگی"

حضور صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی یہ تصدیق کہ فلاں شخص مسلمان ہے۔ یا فلاں جماعت مسلمانوں کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ جاں بخش گرانمایہ یہ مژدہ اور کیا ہو سکتا ہے! اس کے بعد حضرت ابوذرؓ نے فرمایا۔

"ایک اور مژدہ سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جن دو مسلمانوں کے درمیان دو بچے مر گئے ہوں یا تین بچے مر گئے ہوں اور ان کی موت پر انہوں نے صبر سے کام لیا ہو، اور صبر و ثواب کی امید لگائی ہو تو یہ دونوں ہمیشہ کے لئے آگ کے شعلوں سے جدا ہو گئے"

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوذرؓ نے جو یہ حدیث بیان کی عموماً اس پر برانگیختہ کرنے والا تبلیغ کا جذبہ دیرینہ تھا۔ تاہم یہ بات البتہ قابل غور ہے کہ آپ نے خاص کر اسی روایت کو یہاں پر کیوں بیان کیا۔ میں اس کا قطعی جواب تو نہیں دے سکتا۔ پھر بھی قرائن و قیاسات کا مقتضی ہے۔ کہ آپ کو یہ بھی جتانا منظور تھا۔ کہ دیکھو ابوذر اس دنیا سے جاتا ہے۔ مگر اپنے اعمال و افعال پر بھروسہ کر کے نہیں جاتا، اپنی صداقت و خیرات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد نہیں کرتا۔ ان چیزوں میں سے اس کو کسی پر غرہ نہیں۔ کسی پر بھروسہ نہیں،

ہاں صرف ایک آس ہے۔ کہ اس کے چند بچے مر چکے ہیں۔ الرحم الراحمین شاید اسی کو بخشائش و مغفرت کا ذریعہ بناویں۔ فقط ایک یہی چیز ہے۔ کہ جو ممکن ہے۔ کہ رحمت ایزدی کو اس کی طرف متوجہ کر سکے اور اسی وقت پر کیا موقوف ہے، بسا اوقات لوگوں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا۔

واللہ لوددتُ ان اللہ عزوجل خلقنی یوم خلقنی شجرۃ تعضد و تؤکل ثمرھا۔ ترجمہ! خدا کی قسم میرے دل کی یہ آرزو ہے۔ کہ کاش! حق تعالیٰ نے جس دن مجھے پیدا کیا (بجائے آدمی کے) اگر میں ایسا درخت بن کر پیدا ہوتا کہ جو کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور جب تک کٹا نہیں لوگ اس کے پھل کھاتے اور یہ تو ایک صوفیانہ نکتہ ہے کہ موت سے پہلے جس قدر خشیت و خوف خدا اپنے دل پر غالب کر سکتے ہو کرتے رہو، پر جب موت کی گھڑیاں سر پر آ جائیں، اس وقت بیم و دہشت کو سینے سے باہر نکال کر صرف امید نجات و فوز و غفران سے دل کو لبریز کر لو، شیخ المجاذبہ اس وقت اسی شغل میں مصروف ہیں۔

اس کے بعد آپ کے دل سے ایک شورش انگیز روح فرسا حوصلہ گسل آواز اٹھی، اور بصد حسرت و یاس اٹھی، صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے کاش! کہ میرے پاس اتنے کپڑے ہوتے کہ میں اس میں سما کر اسے کفن بنا لیتا..... تو پھر میں اس کے علاوہ اور کسی کفن کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

مگر..... یعنی جو خدا کی مرضی یہی ہے۔ کہ اپنے کفن میں لپٹا نہ جاؤں۔ (اور آپ لوگ اپنا کفن دیں) اب آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں، خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جو شخص بھی کفن دے وہ نہ تو کسی صوبہ کا والی ہو نہ عریف ہو اور نہ ڈاکیہ ہو"

اتفاق تو دیکھو کہ اس جماعت میں جتنے آدمی تھے قریب قریب ہر ایک ان عہدوں میں سے کسی ایک پر ممتاز تھا۔ صرف ایک انصاری جوان البتہ ایسا تھا جس میں یہ باتیں نہیں تھیں۔ وہی بول اٹھا کہ مجھ میں آپ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور میرے تھیلے میں دو چادریں بھی نئی رکھی ہوئی ہیں۔ جن کے سوت میری ماں کے ہاتھوں نے کاتے ہیں، بعض روایتوں میں ہے کہ ان چادروں کو میری ماں نے بنا ہے۔ اور ایک چادر یہ

ہے۔ جو میرے بدن پر پڑی ہوئی ہے۔ ملازمین کپڑے ہو جاتے ہیں۔ جو کفن کے لئے کافی و وافی ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

"ہاں تم میرے حسب منشا ہو۔ بس انہیں کپڑوں میں مجھے کفنانا"

اس گفتگو کے بعد اور کیا باتیں ہوئیں، مورخین ان سے ساکت ہیں۔ ہاں طبقات ہی میں ایک اور روایت موجود ہے۔ جو بظاہر بلکہ یقیناً اس روایت کے مخالف ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اس کے تضاد پر تنبیہہ بھی کی ہے۔ اور بغیر کسی جواب کے آگے نکل گئے ہیں۔

لیکن میرے نزدیک راویوں سے اس میں چوک ہوئی ہے۔ اقرب الی الصحت اس کی ترتیب یوں معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ۔

"مجھے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر سڑک پر جا کر ڈال دینا۔ اور دیکھتے رہنا سب سے پہلے سواریوں کی جو جماعت گزرے ان کو ٹھہرا کر کہنا کہ یہ ابوذر صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم لوگ ان کے دفن میں میری مدد کرو"

۸ر ذی الحجہ ۳۲ سنہ ہجری إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

خدا کی ہر چیز خدا ہی کی طرف جانے والی ہے۔ آخر وہ وقت عظیم آگیا، آسمانوں سے فرشتے اتر پڑے اور اس خستہ و تزار سوختہ و بریاں جان کو جس نے خدا جانے اس عنصری دور میں نشیب و فراز عالم کے کتنے حوادث دیکھے اور خود اس قفس خاکی میں بند ہو کر کیا کیا تھا۔

اس کو لینے کے لئے دنیا دی مخمصوں سے نجات دینے کے لئے قدسیوں کی جھرمٹ میں موت کا فرشتہ مشک بر خیمہ میں اپنے میزبان کے پاس پہنچ گیا۔

حجابات اٹھنے لگے۔ ان دیکھی چیزیں آنکھوں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔ ابوذرؓ نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں دنیا والوں کو اس آخری لفظ سے مخاطب فرمایا "قبلہ کی طرف میرا رخ کر دو"

اس آخری حکم کی آخری تعمیل کر دی گئی۔ اس کے بعد خلوص و سچائی کے اندر ڈوبے ہوئے الفاظ فضائے خیمہ میں اس طرح گونجے بسم اللہ و باللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان میں پاک آوازوں کے ساتھ خاک آب و آتش و باد کے کرتے ایک تاباں روشنی اور متعلق سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے۔ سراج منیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے دمکنے والا ماہتاب ٹھیک آٹھ ذی الحجہ کو ربذہ کے حوالی افق میں غروب ہو گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

نفس مطمئنہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي کی صدائے روح پرور زمین سے اکھڑی اور جہاں بلائی پہنچ گئی۔ جس نے اپنے خدا کے لئے بنا دیا تھا۔

وہ نہایت امانت کے ساتھ پیمان وفا کو پورا کرتے ہوئے جلال و جمال کی مستور کششوں میں غرق ہو کر جس کے لئے بنا تھا۔ اسی کے پاس چلا گیا دماکان

قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما۔

مجذوبوں کا سردار رئیس الطائفہ فقیری کی ایک جدید یادگار چھوڑ کر دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔

جنازہ آنکھیں بند کی گئیں۔ انگوٹھے باندھے گئے غسل دینے والوں نے نہلایا۔ انصاری نوجوان نے کپڑے نکال دیئے اور اس جسم کو جس نے اسلام کے بعد خدا کی مرضی میں اپنی خواہشوں کو جذب کر دیا تھا۔ ایک غیر کے کپڑے میں کفنایا گیا۔ حسب وصیت آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور عام گزرگاہ پر لا کر رکھ دیا گیا۔

ادھر کوفہ سے استاد المسلمین، معلم الامت، فقیہ الاسلام حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے مع ایک جماعت کے مکہ مکرمہ کے ارادے سے تشریف لا رہے تھے۔

آپ کو اس المناک سانحہ کا علم تھا یا نہیں، مجھے کیا معلوم۔ تاہم ظاہر حال یہ تھا کہ آپ نہایت تیزی کے ساتھ اپنے اونٹ کو بھگاتے ہوئے لا رہے تھے۔ قریب تھا کہ جس کا جنازہ بے کسی کے ساتھ راستہ پر پڑا ہوا تھا۔ وہ سواری کے نیچے آجائے۔ لیکن یکایک آپ ٹھٹھک گئے۔

جنازہ کو اس طرح پڑا ہوا دیکھ کر اپنے اونٹ کو روک لیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی ٹھہرا لیا۔ لوگ سڑک کے نیچے آنے والوں کا انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر سامنے آگئے۔ اور کہا۔

"ابوذر صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے دفن میں ہم لوگوں کی مدد کیجئے۔"

ایک زبردست دھکا تھا۔ جس نے اچانک ابن مسعودؓ کی روح میں زلزلہ ڈال دیا۔ ابن البرکی روایت ہے کہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری اور مجنونانہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے، روتے جاتے تھے۔ اور حالت وارفتگی میں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے میرے دوست میرے بھائی اخیر میں فرماتے۔

"مبارک ہو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ کہ ابوذرؓ اکیلا ہی چلتا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا۔ اور اکیلا ہی اٹھے گا"

حتیٰ کہ کم از کم مرنے والا اگر اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا تو اپنے گھر کا کفن یقیناً لے جاتا ہے۔ لیکن ابوذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا یہ عالم ہے کہ کفن بھی ان کے ساتھ اپنا نہ تھا۔ لوگوں نے حضرت ابن مسعود سے نماز کی درخواست کی، جنازہ آگے رکھا گیا۔ اس وقت کا نظارہ کتنا عظیم الشان اور دل ہلا دینے والا نظارہ ہو گا۔ سامنے اس کا جنازہ رکھا ہوا ہے۔ جو اپنے محبوب سے اسی طرح ملنے جا رہا ہے۔ جس طرح اسے چھوڑ کر آپ تشریف لے گئے تھے۔

جنازہ کا امام وہ شخص ہے۔ جس کی مرضی دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی مرضی قرار دی گئی۔ اور جن کے عہد و علوم پر اعتماد کرنے کی وصیت خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا کو فرمائی۔

اور صفوں میں مبشرین کی وہ جماعت ہے۔ جن کے اسلام کی تصدیق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی اور جن کا بیشتر حصہ ان لوگوں پر مشتمل تھا۔ جن کے ملک سے عرب کے نبی ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی خوشبو آئی۔ ابن سعد کا بیان ہے۔ کہ پہلا گروہ کل یمانیوں پر مشتمل تھا۔ ابن اثیر نے دونوں گروہوں کے آدمیوں کے ناموں کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ میں بھی ان کی تفصیل اسی سے نقل کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، اسودؓ بن یزیدؓ، علقمہؓ، قیس نخعی، مالکؓ بن الاشتر نخعی، حلحالؓ جعفی، حارثؓ بن سوید تیمی، عمرؓ بن عتبۃ السلمی، ابن ربیعہ سلمی، الفزر تیمی، الاریاقع مزنی، سوید بن شعیب تیمی، یزید بن معاویہ تیمی، اخا القرنع الضبی، اخو معضد الشیبانی۔

الغرض میدان میں بعد بیکسی یوں دم توڑ رہا تھا محض اس کی خاطر بھی کہ کوفہ کی زمین ہلائی جاتی ہے۔ اور فقیہ السلام معلم الامۃ کو زبردستی کھینچ کر جنازہ پر لا کر کھڑا کیا جاتا ہے۔ تاکہ جاننے والے جانیں کہ جو خدا کے لئے مرتا ہے۔ خدا اس کیلئے کیا کچھ نہیں کرتا۔

مجھے بار بار حیرت ہوتی ہے۔ کہ حج کا موسم جب ختم ہو رہا ہے۔ ایام حج بھی گذر رہے ہیں ایسے وقت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ آنا ایک محض بے موقعہ سی بات معلوم ہوتی ہے ان کو اگر آنا تھا۔ تو بہرحال خواہ مخواہ چند دنوں کے لئے انہوں نے حج کو کیوں چھوڑا۔ میں اس معمہ کو بالکل نہیں سمجھ سکا۔ پھر اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ دیکھتے رہنا کوئی آتا ہو گا۔ عجیب اسرار ہیں۔ جو علت و معلول کے سلسلہ میں کسی طرح درج نہیں ہوتے۔ رہ رہ کر میری زبان پر یہ مصرعہ جاری ہو جاتا ہے۔

اے زاہد حرم غرض تری طواف خانہ چیست

نماز کے بعد جنازہ اٹھا، کن کاندھوں پر اٹھا۔ چشم بصیرت دیکھئے اور رشک وغبط کی موجیں دلوں میں اچھل اچھل کر نجات کی راہیں ڈھونڈنے والوں کو تڑپائیں۔

سب سے پہلی منزل کے وہاں پر غفار کے سب سے بڑے انسان کو لایا گیا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور لوگوں کے ساتھ قبر میں اترے اتر کر اس سرچشمہ صدق و امانت کو جس سے زیادہ سچی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

عالمی مجلس قرأت

اعتراضات و جوابات

بسملاً وحمداً و مصلیاً و مسلماً۔ فروری ۶۶ء میں جو جامعہ قاسمیہ کراچی کی مساعی جمیلہ سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری پر پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجلس قرأت منعقد ہو چکی ہے۔ و بہت لوگ براہ راست اس سے اور پھر اس کی نقل بذریعہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ سے خوب محظوظ ہوئے اور برابر ہوتے رہتے ہیں بلکہ بہت لوگ تو اس سے اپنے ایمان میں ایک تازگی محسوس کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض تعلیم یافتہ صاحبان کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سننے میں آئے ہیں اب تک جو اعتراضات سُنے ہیں اُن کو مع جوابات پیش کیا جاتا ہے ممکن ہے ہم سب کو غور و فکر کرنے کے بعد اصل حقیقت تک رسائی میسّر ہو جائے۔

اعتراض نمبر ا

قرآن شریف کا مقصود معانی و احکام ہیں بغیر معانی کے صرف الفاظ الفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی ایک صفت یعنی عمدہ ادائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے اس لئے مجلس قرأت کو یہ اہمیت دینا اسلامی شان کا کام نہیں ہو سکتا۔

جواب

یہ خیال صحیح نہیں۔ قرآن مجید الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے صرف معانی و احکام کو ہی مقصود اور الفاظ کو غیر مقصود قرار دینا صحیح نہیں اس کو قُرْاٰناً عَرَبِیًّا (عربی قرآن) فرمایا ہے۔ وہ عربی عبارت کے عربی الفاظ قرآن ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں ارشاد ہے۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ اور یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ (لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں) اور آپ ان کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں) تلاوت الفاظ بھی حضور کا ایک فریضہ ہے اور تعلیم احکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بلا معانی سمجھے بھی حدیث میں وارد ہے۔

لہٰذا قرآن مجید کا تو لفظ لفظ اور حرف حرف بھی مقصود ہی ہے جیسے معانی و احکام کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ایسے ہی لفظ لفظ حرف حرف بلکہ حرکت حرکت تک کی حفاظت اور اس کی تلاوت فرض ہے اور پھر ہر ہر حرف عربی ہے۔ عربی طریقہ سے اس کے مخرج سے اس کی صفتوں کے ساتھ ادا کرنا بھی فرض ہے ورنہ پھر یہ حرف وہ حرف ہی نہ رہے گا دوسرا بن جائے گا۔ اور اس کو خدائی کلام کہنا خدا تعالیٰ پر ایک تہمت باندھنا ہو جائے گا اور اس سے معانی و مفہوم میں خلل واقع ہو کر بعض دفعہ احکام میں تغیر و تبدل اور تحریف تک نوبت پہنچ جائے گی مثلاً قَالَ (کہا یا فرمایا) کی جگہ کال (ناپ کر دیا) پڑھنے سے لفظ و مفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی ہو گئی ہے اب اگر اس کو قرآن مجید کا لفظ اور اس کے معنی کو قرآن مجید کا مفہوم کہا جائے تو سوچئے کہ یہ خدا تعالیٰ پر تہمت اور اس کے کلام بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔

بلکہ حرکت کے بدل جانے سے بھی سخت تبدیلی اور بعض دفعہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے لفظ اَللّٰهُ اَکْبَرُ میں تین زبر ہیں اگر کسی کو کھینچ دیا گیا اور وہاں الف پیدا ہو گیا تو یہ کلمہ کفریہ بن گیا اور اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر پہلے الف کے زبر کو کھینچ دیا اور آللہ پڑھ دیا تو معنے یہ ہو گئے کیا اللہ سب سے بڑے ہیں یہ استفہام انکاری یا شکیہ ہو کر کلمہ کفر بن گیا گو اس مفہوم کا قصد نہ ہونے سے اس کو کافر تو نہیں کہا جائے گا مگر نماز اس سے ٹوٹ جائے گی۔ اس طرح اکبر کے الف کو بڑھانے سے معنی یہ ہو گئے اللہ کیا سب سے بڑے ہیں اور ب کے زبر کو بڑھانے سے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ اکبار ہیں اور اکبار شیطان کا نام ہے یا کبر کی جمع ڈھول کے معنی اس سے بھی کفر تو نہ لیں گے مگر نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس لئے قرآن مجید کے ہر حرف و حرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے اس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جا سکتا۔ صرف ترجمہ رٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہو سکتا بلکہ خدا تعالیٰ پر اس غلط کی تہمت بن کر الٹا گناہ کا سبب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی لفظ تو صحیح ہے یہ نہیں ہے جو غلط ہم نے ادا کیا اور ترجمہ خدائی کام ہی نہیں انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے وہ بھی اسی کے مطابقت سے درست ہوگا ورنہ غلط ہوگا۔

پھر احادیث شریفہ میں قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے اس لئے حروف کو مخارج صحیحہ سے پوری صفتوں کے ساتھ صحیح حرکتوں سے عربی لہجوں میں خوش آوازی سے ادا کرنا سب نہایت اہم باتیں دین کا جزو اور ایک اسلامی فریضہ میں ان کو ناقابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

ہاں احکام الٰہی کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا ظاہر و باطن، مقدم، موخر، ناسخ و منسوخ اشارات و صراحت سے حاصل کرنا تفسیرات نبویہ سے ان کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے ایک کی اہمیت کے پیش نظر دوسرے کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا صحیح طریقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ نہ اوّل بغیر دوسرے کے کامل ہے نہ دوسرا بغیر اوّل کے کامل ہو سکتا ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے، قابل قدر و حفاظت بھی ہے قابل اہتمام بھی ہے اور ہر ایک مسلمان کا فریضہ بھی ہے۔ یہ ایک فریضہ ہے اور فہم احکام دوسرا فریضہ ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں جیسے احکام سے ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احکام کی تنقید اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ و حروف و حرکات کو غلط سلط کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اعتراض نمبر ۲

ایسی مجلسوں میں ہر قاری دوسرے سے بڑھ چڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش اور اسی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس لئے یہ ایک ریا ہے جو گناہ ہے، ثواب کا کام نہیں بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرک خفی فرمایا گیا ہے اس لئے یہ مجلسیں ریا کاری یعنی شرک خفی کی مجلسیں ہوئیں ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجلس قرار دینا درست نہیں۔

جواب

ریا اور نمود و نمائش کا مدار نیت پر ہے اور نیت دل کی کیفیت ہے جس کا علم دوسروں کو نہیں ہو سکتا یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اس کی نیت ثواب کی یا کسی دینی خدمت کی ہے یا محض یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں اور عزت و احترام سے پیش آئیں۔

۱:۔ اگر اپنی تعریف و احترام کی خواہش سے ہی پڑھتا ہے تو یہ ریا ہے گناہ ہے خود اُس کو ثواب نہیں ہوگا۔ ۲:۔ اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے ریا نہیں ہے۔ ۳:۔ اور اگر دکھانا ہی سہی مگر مسلمانوں کا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کار ثواب ہے اور حدیث سے ایسے واقعات ثابت ہیں یہ بھی ریا نہیں۔ ۴:۔ اور اگر لوگوں کو دکھانے سنانے کے لئے بھی اس نیت سے ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو اس کی طرف رغبت و شوق اور جذبۂ خلوص و محبت متوجہ ہو، جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ صحیح صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں ایک دینی خدمت ہے

ان چار طرح کی نیتوں میں سے صرف ایک ریا ہے باقی تین کار ثواب ہیں۔ یہ نصیحت تو کی جا سکتی ہے کہ قاری صاحبان اول کی نیت ہرگز نہ رکھیں دوم سوم چہارم رکھ لیں لیکن خود یوں طے کر دینا کہ ان کی نیت ریا کاری کی ہی ہے۔ یہ سخت حملہ ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے خصوصاً جب کہ دوسرے احتمالات اس سے زائد ہوں کہ یہ ایک ہے وہ تین ہیں تو سب سے قطع نظر کر کے ایک ناجائز احتمال کو معین کر لینا سخت ناجائز بدگمانی ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) حدیث شریف میں ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا (مسلمانوں کے ساتھ اچھا گمان رکھا کرو) ممکن ہے کوئی صاحب قرائن پر مدار رکھے تو غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہو سکتے پھر دوسرے احتمالات کے بھی قرائن موجود ہوتے ہیں تو ان سے ان کو ردکیوں نہیں کیا جاتا گناہ کو ترجیح دینے کی فکر کرنا تو اچھا کام نہیں بیش از بیش قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ ممکن ہے وہ بھی خیال ہو یہ بھی خیال ہو تو یہ مخلوط نیت بھی خالص ریا نہیں ثواب کا کام رہے گا گو خالص سے کم ہو۔

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو فرمایا تھا کہ تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ عطا ہوا ہے اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح بخاری کے صفحہ ۸۱ پر ابو یعلیٰ کی حدیث ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضؓ حضرت ابوموسیٰ پر گزرے وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے پھر تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت ابوموسیٰ حاضر ہوئے تو حضور نے یہ واقعہ بتایا انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا تو آپ کے لئے خوب بنا سنوار کر پڑھتا۔

اس جواب پر حضور کا سکوت فرمانا اس کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کے لئے بنا سنوار کر پڑھنا ریا نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کا دل خوش کرنے کے لئے بنا سنوار کر پڑھنا بھی کار ثواب ہے۔ ریا جب ہوتی ہے کہ صرف اپنی تعریف اور اپنے احترام و اقتدار کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (عمل نیتوں سے ہیں) یعنی مباحات اچھی نیت سے اچھے افعال بن جاتے ہیں اور بری نیت سے برے۔ اس عمل کو بھی نیت اچھا برا بنا سکتی ہے۔ اس لئے اگر نمود و نمائش اور خوش آوازی کا مظاہرہ مسلمانوں کے دل خوش کرنے کے لئے ہو تو وہ خود ثواب ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ اس کو ریا کہنا درست نہ ہوگا جیسے کہ حضرت ابو موسےٰ کے پڑھنے کے مقصد کو ریا نہیں کہہ سکتے۔ اور اگلے نمبر میں انشاء اللہ پیش کیا جائے گا کہ خوش آوازی سے پڑھنے کا حکم بھی ہے اگر اس حکم کی تعمیل کی نیت ہوگی تو تعمیل حکم خود کا ثواب ہے۔

ہم لوگ عجمی ہیں ہمارے ملک میں بہت سے حروف و الفاظ مسخ ہو کر غلط در غلط استعمال ہوتے ہیں اب اس طرح سے قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھنا سخت ترین گستاخی و بے ادبی ہے اور لوگ اپنی نمازیں اور امام سب کی بھی نمازیں برباد کر رہے ہیں۔

گر تو قرآن بدین نمط خوانی — ببری رونق مسلمانی

ضرورت ہے تمام مسلمانوں کو صحیح صحیح پڑھنے کی کہ جس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہو سکیں عام ترغیب دیجائے اب فرمایئے کہ عمدہ عمدہ قاری صاحبان کو بلا بلا کر ان سے سنوا کر ذوق و شوق پیدا کرانے کے سوا اور اس کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے ایسی مجلسیں اس ذوق و شوق کے لئے منعقد کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ غیر مسلم اثرات کے تسلط سے عام مسلمان اسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت رکھنے لگیں۔ غور کرکے فرمایئے کیا ضروری نہیں ہے اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے کیا اسلام و اسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ایسی نیت کے ساتھ نمود و نمائش بھی کیا کار ثواب نہ ہو گی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا ہے کہ ان کے ایک دھریہ لامذہب ماسٹر صاحب نے اس مجلس کا قرآن مجید سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے تجدید ایمان نصیب ہو گئی۔ شاید اخباروں یا خبروں سے آپ تک یہ بات پہنچ چکی ہو کہ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجلس قرأت کا اہتمام ہونے لگا ہے بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں اس کا اہتمام اور تصحیح قرآن کا انتظام و تعلیم شروع ہو گئی۔ ان نتائج کے سامنے آنے پر اگر پہلے سے بھی نہ ہو اب ایسی نیت ہو جائے تو اس کو ریاء نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسے موقع پر تو اگر ریاء ہو بھی تو وہ جرم نہ ہو گی جیسے ترغیب کے لئے دکھلا کر صدقہ کرنا ریاء نہیں رہتا بلکہ افضل بن جاتا ہے۔

فرض کر لیجئے کہ پڑھنے والوں کی کو نیت نیکی اور خیر کی بالکل ہی نہ ہو صرف خود ستائی و شہرت کی ہو خالص ریا ہی ریا ہو تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوں ان کو تصحیح نیت کی نصیحت خیر خواہی سے کرنا تو مناسب ہو سکتا ہے۔ مگر ان کے اس پڑھنے کو سننے میں تو سننے والوں کو کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ سننے میں تو ریا نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ سننے والوں کے پاس محض ریا ہونے کی نیت کا کوئی ثبوت بھی یقینی نہیں ہو سکتا۔ سننے والوں کو تو ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہی رہیں گی اور یہ تمام فوائد بھی حاصل ہوتے رہیں گے، جو حاصل ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے گناہ و ثواب کو پڑھنے والے اپنی نیت سے درست کریں گے۔ کریں یا نہ کریں سننے والوں پر تو اس کا اثر نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم نہیں بن سکتا اس لئے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ اس کو آڑ بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اعتراض نمبر ۳

خوش آوازی اتار چڑھاؤ کمی زیادتی گانے کی صورت ہے۔ اور شریعت میں گانا حرام ہے۔ حرام سے قرآن مجید کو مخلوط کرنا اس کی توہین ہے۔ اس لئے یہ مجلسیں کار ثواب نہیں بلکہ گناہ عظیم بن رہی ہیں۔ ان کی شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

جواب

یہ غلط فہمی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق نہیں محسوس کیا گیا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ گانا بے شک حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام، لیکن خوش آوازی جائز اور اس کا سننا بھی جائز ہے۔ خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی کر سکتا ہو کرے تخریج احیاء العلوم جلد اصفحہ ۱۵۲ پر ہے کہ ابو داؤد نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے اور حاکم نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے حضرت براء بن عازب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو۔ کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حسن بڑھا دیتی ہے۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۶۴ پر ہے کہ اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے جیسے کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا ہے اور اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور صفحہ ۸۱ پر ہے کہ ابو داؤد نے سند صحیح سے حضرت ابو عثمان ہندی سے روایت کیا ہے کہ میں ابو موسےٰ اشعریؓ کے مہمان گیا تھا میں نے کسی جھانجھ و رباب اور بانسری کی آواز ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ پر ہے کہ بخاری و مسلم و داؤد و نسائی کی حدیث ہے کہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے)

کنز العمال جلد اصفحہ ۱۵۰ پر ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خوش آواز آدمی کی طرف جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے اس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں، جتنی گانے والی باندی کی طرف اس کا مالک کرتا ہے۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد اصفحہ ۲۶۱ میں اسی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو عرب کے لہجہ اور عرب کی آواز میں پڑھو اور یہود و انصاری اور فاسقوں کے لہجوں سے بچو اور اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

لہٰذا قرآن شریف میں خوش آوازی تو بہت پسندیدہ ہے اس کا حکم ہی ہے اور اس پر ثواب بھی ہے۔ ہر شخص قرآن مجید پڑھنے میں جس قدر اپنی آواز کو عمدہ بنا سکتا ہو اس کو عمدہ بنانا ہی ثواب کا کام ہے۔ مگر گانا اور چیز ہے گو اس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا اور بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ کے خدائی ارشادات اور حضرت حذیفہ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ و قانون سے باہر نہ ہو لہٰذا اگر ان قواعد و قوانین سے باہر کیا جائے گا تو اس میں گانا پیدا ہو جائے

گا۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ حرفوں کو قاعدوں سے زیادہ کھینچ کھینچ دیا جائے یا حرکتوں کو لمبا کر کے پیش کو واؤ زبر کو الف زیر کو یا کی صورت دی جائے، جہاں ادغام نہ ہو وہاں کر دیا جائے جہاں ہو وہاں نہ کیا جائے۔ انہیں قاعدوں سے نکال نکال ان سے آگے بڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔

غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قاعدوں سے واقف نہیں وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے اور وہ گانا آواز کو بنانے سنوارنے کا نام قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خوش آوازی کی دو صورتیں ہیں ایک حروف و حرکات وصفات کے قاعدوں کے اندر رہ کر خوش آوازی کرنا یہ قرآن مجید میں ثواب ہے دوسرا یہ کہ قاعدوں سے باہر کر کے کھینچ کر حرفوں اور حرکتوں کو کئی گونہ کر کے سر پیدا کرنا یہ گانا ہے یعنی گناہ ہے قرآن مجید میں ایسا کرنا بھی اور اشعار وغیرہ میں بھی کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے وہ قاعدوں سے زائد کھینچنا ہی ہے اور تجوید کے جو قاعدے ہیں وہ سب عربی زبان کے قاعدے بلکہ اس میں تو ہر ہر حرف میں سند صحیح سے وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور سے حاصل ہوا ہے اور حضورؐ کو حضرت جبرئیلؑ سے حاصل ہوا ہے یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اس لئے ماہرین تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جا سکتا ہے۔

ہاں جو لوگ قواعد عربیت و تجوید سے نکل نکل کر حرفوں اور حرکتوں کو کھینچنے کی یہ عجمی صورت پیدا کر کے خوش آوازی کریں گے تو وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا اس کو توہین اور گناہ کہنا درست ہوگا مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک پر دوسرے کا نام لگا دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اعتراض نمبر ۴

یہ مجلس ریا اور غنا دو گناہوں پر مشتمل ہے اس کی شرکت کی دعوت گناہ کی شرکت کی دعوت ہے۔

جواب

اوپر نمبر ۲ کے جواب میں عرض کر دیا ہے کہ ریا کا تعلق نیت سے ہے۔ اور نیت یہاں چار قسم کی ہو سکتی ہے جن میں سے صرف ایک ریا ہے وہ بھی اگر مخلوط ہو تو محض ریا نہیں اس لئے ریا کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہے اور پھر اگر ریا ہو بھی تو اس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے۔ سننے والے کا کام سننا ہے اس میں ریا نہیں ہو سکتی یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے جس میں ریا ناممکن ہے۔ اور جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے ان کو دوسری نیتوں سے ہی دعوت ہو سکتی ہے ریا والی نیت سے تو دعوت دینا ممکن ہی نہیں کیوں کہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی، صرف پڑھنے والے کی ہو سکتی ہے۔ رہی دوسری بات گانا وغنا تو صفحہ ۳ کے جواب میں عرض ہو چکا ہے کہ اس کو گانا کہنا ہی خطرناک بات ہے یہ تو پسندیدہ اور تعمیل حکم ہے اس لئے اس کی شرکت کی دعوت خود پسندیدہ ہو گی۔

اعتراض نمبر ۵

تداعی یعنی دعوت دے دے کر بُلا کر جمع کرنا فرض و واجب امور کے لئے تو درست ہے جیسے کہ تبلیغ احکام وعظ اور تعلیم و تربیت کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم جمع فرماتے تھے مگر امور مستحبہ کے لئے جن کے اجتماع کی خیر القرون اصل نہ ہو دعوت دے دے کر جمع کرنا ممنوع و مکروہ ہے اسی بناپر نفلوں کی جماعت لیلتہ القدر و لیلتہ البراۃ و لیلتہ العیدین میں اجتماع کرنے کو قضائے احناف نے مکروہ و ممنوع قرار دیا ہے اور مجلس میلاد و سیرت میں ایک وجہ کراہت کی یہ ہے۔ اس بنا پر اگر اس مجلس میں کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع و دعوت ہی ممنوع ہوتی ہے۔

جواب

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ امور مستحبہ کے لئے واجبات کا سا اہتمام اور ان کو عمل کے درجہ میں ان کا درجہ دے دینا بے شک ممنوع و مکروہ ہے لیکن آیت يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (اے رسولؐ جو کلام آپ پر نازل کیا گیا اس کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسول ہونے کا حق ادا نہیں کیا) اور حدیث بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو) سے قرآن مجید اور اس کے ہر ہر جز کی تبلیغ اور لوگوں کو پہنچا دینا حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر اور پھر تمام اہل علم پر واجب ہے قرآن مجید کے اجزا میں اس کے الفاظ اور لفظ لفظ، حرف حرف، حرکتیں اور ان کی حقیقی کیفیات بھی داخل ہیں کیونکہ بغیر الفاظ و حروف و حرکات اور ان کی کیفیات کے کلام کا وجود ہی نہیں ہو سکتا اور کلام کی تبلیغ فرض و واجب ہے اس لئے ان کا بھی لوگوں تک پہنچانا اور ان کی تبلیغ بھی امور واجب میں سے ہے اس کو فقط مستحب نہ قرار دیا جائے گا۔

پھر تجوید کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ ہیں کسی کی خود تصنیف کردہ نہیں ہیں سورہ قیامت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہے فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (پھر جب ہم بواسطہ جبرئیلؑ پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کیجئے) حضور کو حکم تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کی طرح پڑھیں حضور نے ایسے ہی پڑھا ایسے ہی صحابہ کو سکھایا، صحابہ نے تابعین کو اور صحیح سند سے آج تک سلسلہ یہ سلسلہ آ رہا ہے اور يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ (اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے) کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ویسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے (تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۱۷۰) علامہ علی قاری نے منح فکریہ صفحہ ۲۹ میں ابن خذیمہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے) لہٰذا یہ بھی ادائیگی حروف و حرکات و الفاظ کے طور طریق اپنی سندوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ثابت اور نازل شدہ ہیں اور جس طرح الفاظ و معانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے ان کو پہنچانا بھی اور خود ان پر عمل کرنا بھی واجب ہے ان کو دوسری چیزوں پر قیاس کر کے محض مستحب نہیں کہا جا سکتا اس لئے ان کے لئے اجتماع و جلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے۔ جیسے تبلیغ احکام کے لئے درست ہے۔

بلکہ ان کی تبلیغ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے کیونکہ ان کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے۔ علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے اور عملی تبلیغ مشق کرانے اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا الگ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائش کر کے قرأت سنی ہے۔ جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۳ ا پر ہے کہ بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کہ حضور میں سناؤں حالانکہ آپ پر نازل ہوا ہے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں تا آخر حدیث اور صفحہ ۳ کے جواب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اوپر پیش ہو چکا ہے۔

اور خود بھی جمع کر کے لوگوں کو سنایا ہے اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر ہے کہ مسلم و ترمذی کی حدیث ہے کہ ابوہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور نے لوگوں کو فرمایا کہ سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی ⅓ قرآن مجید سناؤں گا جو جمع ہونے تھے ہو گئے۔ حضور تشریف لائے اور سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تلاوت فرمائی پھر اندر تشریف لے گئے تو ایک صحابی نے دوسروں سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی آسمانی حکم آیا ہوا ہے اسی لئے پھر اندر داخل ہو گئے۔ پھر حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔

لہٰذا ایسے اجتماعات کو غیر اہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اہم کو اہم بنانا مکروہ و ممنوع ہے صحیح بات نہ ہو گی یہ بھی ادائے واجب کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تبلیغی اجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

اعتراض نمبر ۶

جب مقامی حضرات اس فن میں کمال پیدا کر کے اس فرض کو انجام دے رہے ہیں تو بے ضرورت دور دراز سے ماہروں کو بلا بلا کر اس کی نمائش کرنا ایک بے کار کام ہے۔ اس پر ہزاروں روپیہ خرچ کرنا ایک فضول خرچی ہے

جواب

یہ بات تو کوئی نئی بات نہیں تمام جلسوں میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کسی کسی کو یہ اعتراض یہاں نہیں پیدا ہوتا بات جو وہاں ہوتی ہے وہی یہاں ہے پھر فرق کرنے کی

وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

اصل بات یہ ہے کہ بے ضرورت کہنا ہی صحیح نہیں نہ ان تبلیغی اجلاسوں کو نہ ان قرأت کی مجلسوں کو جیسے باوجود ہر جگہ مقامی علمائے دین واعظین ومقررین کی موجودگی کے باہر کے زیادہ ماہر زیادہ بزرگ زیادہ معتبر حضرات کو بڑا خرچ اور بڑا اہتمام کر کے بلایا جاتا اور جلسے منعقد کئے جاتے ہیں جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ہر جدید شئے لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان کی خوش بیانی سے لوگوں میں دین کا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ گناہوں سے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ آنے والے بزرگ کی بات دل کی تہ میں ایسی بیٹھ جاتی ہے کہ تمام زندگی کی کایا پلٹ دیتی ہے اور مقامی حضرات کی بھی ان معتبر ترین حضرات کے بیان سے تردید یا تائید معلوم ہو کر ان کا مقام متعین ہوتا ہے۔ یہ ضرورتیں بڑی اہم ضرورتیں ہیں۔ انہی کی بنا پر بڑے بڑے خرچ اور اہتمامات سے تبلیغی جلسے کئے جاتے ہیں۔

اس طرح انہی اغراض و فوائد کے لئے باہر سے بڑے بڑے ماہران تجوید کو بلا کر جلسے اور مجلسیں مقرر کرنا ان فائدوں کے تحصیل کے لئے ضروری ہے اور جس قدر فائدے ان سب جلسوں سے حاصل ہوتے ہیں اور سب کے تجربہ میں روز روز آتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ خرچ کرنا ضائع کرنا نہیں قرار دیا جا سکتا نہ اس کو فضول خرچی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی ان مجلسوں سے یہ فائدے حاصل ہوتے ہیں تو کیوں یہاں اضاعت اور فضول خرچی کہا جا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ جسمانی امراض اور بقائے صحت کے لئے بڑے بڑے اہتمامات بڑے بڑے خرچ تو بخوشی خاطر گوارا ہوں اور ان دینی فائدوں کے لئے اہتمام اخرج کو بیکار و فضول قرار دیا جائے ذرا غور کرنے کا مقام ہے۔

اعتراض نمبر ۷

قوت عمل سے محروم قومیں جذبہ دینی کو تسکین دینے کے لئے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے کیا کرتی ہیں اور ان مظاہروں کو عمل کی جگہ دے ان کھوکھلے مظاہرات کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن نازل اس لئے ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بنالیں مگر ہم نے اس سے قرآن کو خارج کر دیا۔ قوالیوں، میلاد دن ایام وفات اور شرک بدعت کی رسوم کی طرح مجلس قرأت کو بھی دینی شعار بنا لیا ہے،

جواب

تعجب یہ ہے کہ یہ لفظ ایسے ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو دینی نظر بھی کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں اور قطعاً یہ خیال نہیں ہوتا کہ بے اصل بے بنیاد یا مخالف اسلام باتوں کے مشابہ خود الفاظ و حروف وحرکات قرأت اور اُن کی صحت و عمدگی کو سناتے ہیں جس کے لئے قرآن و حدیث میں حکم موجود ہے ترغیب و تحریص موجود ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والے کو اپنے لوگوں سے خارج قرار دیا گیا ہے جس کو مختصر طریقہ سے نمبر ا کے جواب میں پیش بھی کیا جا چکا ہے معلوم نہیں ایسا کہتے یا لکھتے وقت کیا خیال دماغ پر مسلط ہوا ہوگا کھوکھلے مظاہرات ایک ایسی چیز کو کہا جا رہا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے)

یہ عجیب منطق ہے کہ الفاظ و حروف وحرکات جو قرآن مجید کا نازل شدہ جز ہے اور پھر ان سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات اور قواعد عربیت طریقہ نبویہ کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے جیسے کہ قرآن و حدیث سے نمبر ۵ کے جواب میں عرض کر دیا اور عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ضروری ہے کہ حروف وحرکات اپنی صفات سے خالی ہو کر نازل ہو ہی نہیں سکتے لامحالہ مع صفات نازل ہوئے ہیں تو اس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھوکھلے مظاہرات قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے دوسرے اجزاء الفاظ و حروف وحرکات و کیفیات کی حفاظت بھی ہر مسلمان کا فرض ہے اس کو مذہب کا نام دینا اور دینی جذبات کی تسکین یعنی غیر مذہب کو مذہب بنانا کیا جا رہا ہے کیا ایسی ضروری چیز کو کھوکھلا کہا جا سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ قرآن مجید تو زندگی کے لئے شمع ہدایت تھی ہم نے زندگی سے خارج کر رکھا ہے تو یہ بات بے شک اپنا جرم ہے اور قابل اہتمام ہے اور جس قدر کوشش ہو سکے اسی کی کوشش کی جائے کہ ہماری کل زندگی بالکل احکام الٰہی کے مطابق بن جائے۔ اپنے لئے بھی اور دوسرے بھائیوں کے لئے بھی لیکن یہ بھی خیال کر لینے کی بات ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ و شوق پیدا کرنا آخر اس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے تجوید سے پڑھنے میں عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہو رہا ہے تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو تو ایک شدید جرم کے ارتکاب میں دوسرے جرم کا ارتکاب قرین عقل نہیں ضرورت تو اس کی ہے کہ اس جرم سے بھی باز آئیں اور اس کے ترک سے بھی اور پھر کسی طرح بھی اگر اس کو رکاوٹ قرار دیا جائے گا تو یہ ایک طرح سے ان احادیث پر بھی رکاوٹ کا اعتراض بن جائے گا جن میں اس کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے اس لئے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہیئے۔ قرآن تو برابر شمع ہدایت ہے اور برابر اس کا اتباع فرض ہے۔ لفظوں حرفوں اور حرکتوں کی درستی تو اس میں اور چار چاند لگائے گی نہ کہ اس سے روک پیدا کرے گی۔

اعتراض نمبر ۸

وزیر خزانہ نے مشورہ دیا ہے کہ آرٹ کونسلیں حسن قرأت کو اپنانا شروع کریں اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن مجید پر ایک اور ظلم ہوگا۔ اور یہ مجلسیں اس کا ذریعہ بنیں گی۔

جواب

اگر وزیر خزانہ صاحب کا مقصود یہ ہو کہ تصویر کشی کے حرام فعل سے لوگ باز آجائیں اور ذوق نظر و سمع کو صرف قرآن پر مصروف کر دیں تو اس میں ظلم کیوں ہے ہاں قرآن مجید کو بطور لہو و لعب استعمال کرنا گناہ ہے یہ اس کی بے حرمتی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ قرأت کی مجلسوں کی غرض و غایت آرٹ کو قرار دینا کہاں کا انصاف ہے ہر عبادت کو لہو و لعب بنانا اسکی بے حرمتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ بن جاتا ہے مگر اس وجہ سے کہ کوئی کوئی ایسا ہی کر سکتا ہے تمام عبادتوں کو بیک قلم منسوخ کر دینا کوئی صحیح بات نہیں بن سکتی۔ خود قرآن مجید نے اپنے بارہ میں کہا ہے، يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (بہت کو اس کے ذریعہ گمراہ کیا جاتا ہے اور بہت کو ہدایت دی جاتی ہے) تو کیا اس لئے کہ بعض لوگ قرآن مجید کا انکار اور ہنسی مذاق کر کر کے کافر و گمراہ بن جاتے ہیں نفس قرآن مجید کو ہی بند کر کے رکھ دیا جا سکتا۔

یہ فعل تو ان لوگوں کا ہے اس کے مجرم وہ ہوں گے اور کھیل بنانے کا گناہ ان کو ہوگا کیا قرآن مجید کو بہترین آواز اور لہجے میں پڑھنے والا ان کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ قرآن کو کھیل بنالیں اور وہ اس سے مجبور ہی بن رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۹

۱۔ چراغاں، ۲۔ گیٹ، ۳۔ جھنڈیاں، ۴۔ اسٹیج، ۵۔ صدر، ۶۔ تالیاں، ۷۔ اچھل کود قہقہوں سے واد، ۸۔ کسی کے آنے جانے پر نعرہ یہ سب طریقے جو ان مجلسوں میں برتے جاتے ہیں کافرانہ طور طریقے ہیں اور تلاوت قرآن کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے اور اسراف کا گناہ الگ ہے۔

جواب

یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے مگر ان میں سے بعض کے محض درجے صحیح بھی نہیں اس لئے ہر ایک کو الگ الگ عرض کیا جاتا ہے (۱) روشنی اس قدر کہ آنے جانے بیٹھنے اٹھنے والوں کو سہولت ہو، ایک دوسرے کو پہچان سکیں اس قدر تو ضرورت کے تحت ہے اس کو اسراف نہیں کہا جا سکتا یہ مجمع کی کمی بیشی سے متفاوت ہو سکتا ہے۔ ہاں ضرورت یا سہولت سے جو زائد ہو وہ ضرور اسراف میں داخل ہے اس سے منتظمین کو روکنا چاہیئے۔ لیکن منتظمین کی اس حرکت سے مجلس کے حاضرین پر کوئی گناہ ہو یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو اس سلسلہ کو بند کر کے اس سے محرومی اختیار کی جائے یہ بات قرین عقل نہیں ہے (۲) اس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اسراف ہے (۳) یہ بھی ایسے ہی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہم شان پیدا کرنے کے واسطے ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ تاویل محض غلط ہر بات کی شان اس کے درجہ کے مطابق ہوتی ہے دینی کاموں کی شان دینی طریقوں سے ہو سکتی ہے

ان رسمی کافرانہ طور طریق سے ان کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی جیسے مرد کو عورت کا لباس و زیور پہنانے سے اس کی شان بڑھتی نہیں حقیقت میں نظروں میں مذاق اڑانا ہے جس سے شان گھٹتی ہے تمام دینی و اسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے (۴) رواجی صورت اس کی بھی رسم کافرانہ ہی ہے ورنہ فاسقانہ ضرور ہے ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے لوگ ان کو دیکھ سکیں تسکین کا سبب ہے۔ پہلے زمانہ میں تو آواز پہنچانے کے لئے بھی اس کی اونچائی کی ضرورت تھی مگر اب لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے یہ ضرورت نہیں رہی صرف دیکھنے کی تسکین کے لئے حاجت ہے جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہے اس سے زائد رسم اسراف سے خارج نہیں ہو سکتا (۵) یہ بھی صرف ایک رسم کے درجہ میں رہ گیا ہے شرعی اصل اس کی صرف اس قدر ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے کہ "جب تم لوگ سفر میں ہو تو ایک کو امیر مقرر کر لیا کرو" اس سے انتظام قائم ہوگا۔ امیر مقرر کر لینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے اس کی اطاعت واجب ہوگی یا جب تک سفر باقی ہے۔ شائد لوگوں نے اس پر قیاس کر کے جلسہ کے انتظامات کے لئے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ مگر اس کی اطاعت کرنی ضروری تھی اب صرف ضابطہ میں نام ہو جاتا ہے اطاعت کوئی نہیں کرتا ایک رسم رہ گئی ہے اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر یا حلقہ و دائرہ میں منتظم ہے وہی امیر ہے دوسرے کو اس کے یہاں حکم چلانے کا حق نہیں ہوتا، بلکہ ان کو اس کے تابع رہنا ضروری ہے جیسے احادیث سے معلوم ہو رہا ہے لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا ہے ان کو اپنے حکم کے ماتحت قرار دینے کے بجائے ان کے اعزاز کے لئے خود انہی میں سے ایک کو منتخب کر کے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے خواہ مخواہ منتظم صاحب البیت صاحب ادارہ منتخب کر دے یا سب سے انتخاب کرا لے۔ لفظوں کے ساتھ یا ایک کے لفظ اور دوسروں کے سکوت کے ساتھ جیسے عام عرف ہے مگر اب لوگوں نے اس کو اس کے درجہ سے نکال کر صرف رسم بنا لیا ہے۔ اس لئے قابل ترک ہے۔ جب تک امیر بنانے کی صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔ (۶) صرف کافرانہ روش ہے قابل ترک ہے بلکہ ایک صورت مذاق کی سی بنتی ہے (۷) اظہار مسرت و شکر کے لئے کس بات کا عمل گو صحیح ہو مگر کھیل کود کے کاموں کی طرح اس کا اظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف اور ہنسی مزاق اور کھیل بنانے کے قریب ہے ایسی باتوں کی روک تھام کی ضرورت ہے۔ یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہار مسرت کیا جا سکتا ہے ایک قرآن مجید کے الفاظ تو ان کے لئے سبحان اللہ جل شانہ، جل جلالہ، ایسے الفاظ کا استعمال درست ہوگا۔ جو کلام الٰہی کی عظمت اور خود خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کریں یا ان کی تصدیق میں صدق اللہ و رسول وغیرہ الفاظ ہوں۔ دوسری بات قاری کا تلاوت میں حسن پیدا کرنا جو آیات و احادیث سے مستحسن ہے اس کے لئے جزاک اللہ، مرحبا، لافض فوک وغیرہ الفاظ کا مضائقہ نہیں۔ غرض کلام الٰہی کے ادب اور شان ربانی کے لحاظ کے ساتھ جذبات شکر و مسرت کے اظہار کا مضائقہ نہیں مگر کافرانہ و فاسقانہ یا لہو و لعب کی حرکتوں سے بچانا لازم ہے اس کی تلقین کی ضرورت ہے لیکن بعض لوگوں کے ایسی حرکت کر لینے مجلس کو معیوب قرار دینا یا بند کرانا محض زیادتی ہے۔ (۸) یہ بات بھی روکنے کی مستحق ہے کیونکہ ذکر اللہ و ذکر رسول کو غیر ذکر کے لئے استعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی ہے فقہائے احناف نے لکھا ہے کہ اگر چوکیدار اپنے بیدار رہنے کی دلیل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلند آواز پڑھے گا۔ تو یہ منع ہے جو تاجر مال کی عمدگی ظاہر کرنے کے لئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھے گا تو یہ منع ہے لہٰذا اسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ و رسول کے نام کے نعرے ان کی بے حرمتی کی وجہ سے ممنوع ہوں گے اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰

قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا دونوں کام حرام ہیں اس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کے لئے دیتے ہیں اس کو اس میں صرف کرنا یا مندرجہ نمبر ۹ میں صرف کرنا اگر وہ اس کام کے لئے بھی دیں تو گناہ ہے یہ مجلس اس سب پر مشتمل ہوتی ہے

جواب

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے مذہب میں ہر عبادت کی اجرت حرام۔ ہے اور فقہائے متاخرین نے شعار اسلام اور ان باتوں پر جن پر اسلام موقوف ہے دوسرے اماموں کے مذہب پر فتویٰ دے کر صرف امامت اذان تعلیم قرآن و دینیات اور ملازمت وعظ پر اجرت کی اجازت دی ہے نفس تلاوت اس میں داخل نہیں اس لئے کسی تلاوت پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہے لیکن کسی دینی مصلحت سے جب دور سے بلایا جائے تو آمد و رفت خورد و نوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں وہ ناجائز نہیں ہے ایسے ہی دور والوں کو کھلانا پلانا بھی اجرت میں داخل نہیں اور یہ بھی صحیح کہ ناجائز میں دینے والے کی اجازت سے بھی خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اجازت بغیر تو جائز میں بھی نہیں اس لئے ان سب باتوں کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن ان کوتاہیوں کا جرم منتظمین کا ہے اور انہی پر گناہ ہے پھر ہر مجلس میں ان خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ادھر سامعین پر اس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ منتظمین کو فہمائش کرنے کی ضرورت ہے مگر مجلس اس کی وجہ سے بند کرنا درست نہیں ہوگا۔

امید ہے کہ ان سب باتوں پر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے گا تاکہ برائیوں کی اصلاح ہو اور بھلائیوں کی ترغیب

واللہ اعلم

داخلہ شروع ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال مدرسہ قاسمیہ تجوید القرآن کوٹ مراد خاں قصور (ضلع لاہور) میں عربی و فارسی کتب کی تعلیم کا اجراء بھی ہو گیا ہے عربی و فارسی پڑھنے والے طلباء کے لئے داخلہ شروع ہے بیرونی طلباء کے قیام و طعام کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوگا۔

المعلن حبیب اللہ قصوری خادم مدرسہ ہذا

عربی کلاس کا معائنہ

انارکلی کے تاجروں نے جامع مسجد انارکلی میں جو عربی کلاس زیر نگرانی علامہ پروفیسر حافظ نور الحسن خاں صاحب جاری کی ہے۔ الاستاذ مولانا عبید الحق صاحب مہتمم مدرسۃ البنات نے اس کا معائنہ فرمایا۔ آپ نے طلباء سے عربی میں کچھ سوالات بھی کئے اور ان کے قرآنی زبان سیکھنے کے شوق اور جذبہ کو سراہا۔ (حفیظ الرحمٰن وائیں)

ضروری تصحیح

وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات کا نتیجہ جو گذشتہ شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل نمبروں کا نتیجہ غلط شائع ہوا ہے۔ اس لئے اب صحیح یوں پڑھا جائے:۔

رول نمبر	نام مع ولدیت	نمبر حاصل کردہ	نتیجہ
۶۷	عبد الرب ولد مولوی مسکین	۲۸۲	کامیاب ضمنی ترمذی
۷۴	عبد الخالق ولد عبد الرحمٰن	۲۵۱	" " "
۹۳	گل تازہ خاں ولد عبد المجید	۲۴۹	" " "
۹۴	محمد لائق ولد عبد الغنی	۲۶۶	" " بخاری
۱۱۰	عنایت الرحمٰن ولد عبد الحنان	۲۵۲	" " ترمذی
۱۱۳	عثمان غنی ولد عبد الغنی	۲۹۴	" " بخاری
۱۴۴	جلال الدین ولد ظفر خان	۲۵۰	" " ترمذی
۲۰۱	خاستہ خاں ولد محمد عثمان	۴۰	گذشتہ سال کا ضمنی ترمذی کامیاب ہے
۲۰۲	عنایت اللہ ولد مولانا عبد الحق	۳۰	" " " بخاری ناکام ہے

(محمد شریف ساقی ناظم دفتر)

بقیہ :- تعلق باللہ

علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ذاکر اور غافل کی تین مثالیں بیان فرمائی ہیں

مثال ۱:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ ذاکر کی غافلین پر مثال کالمقاتل فی الھادبین جیسی ہے - کہ انسان کی تمام فوج ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائے اور وہ اکیلا لڑائی کرتا رہے - ساتھ چھوڑنے والے غافلین کی مانند ہیں اور مقاتل (لڑنے والا) ذاکر ہے — چنانچہ ارشاد فرمایا - المجاھد من جھد بنفسہ - یعنی سب سے بڑا جہاد اور قتال اپنے نفس کے ساتھ ہے - گویا تمام مجاہدین میں سے افضل ترین مجاہد مجاہد بنفسہ ہے -

مثال ۲:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک باغ ہو جس میں مثلاً سو درخت ہوں - سارے کے سارے سوکھ گئے ہوں - صرف ایک ہی درخت سرسبز، شاداب ہونے کے ساتھ ساتھ پھلدار ہو - تو غافلین عن ذکر اللہ سوکھے ہوئے درختوں کی مانند ہیں اور ذاکر سرسبز شاداب پھلدار درخت کی مانند ہے - اور سوکھا ہوا درخت جلانے کے ہی کام آتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا -

مثال ۳:- ایک چھوٹی سی بستی ہو، جس کے تمام گھروں میں تاریکی اور ظلمت ہی ہو صرف ایک ہی گھر میں بجلی کے قمقمے جھلملا رہے ہوں - تو ذاکر اس روشن گھر کی مانند ہے اور غافلین کی مثال ان اندھیرے اور تاریک گھروں جیسی ہے کیونکہ انسان جب ذکر کرتا ہے تو اس کے سینہ میں نور الٰہی کا آفتاب منوّر ہو جاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے - کہ جن گھروں میں ذکر الٰہی کیا جاتا ہے وہ ملائکہ کو آسمان پر ایسے چمکتے ہوتے نظر آتے ہیں جیسے رات کو زمین پر آسمان کے ستارے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں - جب رات کو ملائکہ زمین پر نظر ڈالتے ہیں تو صرف ذاکرین ہی کے گھر منوّر معلوم ہوتے ہیں — آسمان سے لے کر تحت الثریٰ تک جو قدرت خداوندی کا کارخانہ ہے اس کی روح ذکر اللہ ہے - رب العزت سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کے لئے حیات اور ممات کا تعلق وابستہ کیا ہے - خواہ ذرّات ہوں، پہاڑ اور درخت ہوں - غرضیکہ ساری مخلوق کے لئے حیات اور ممات مقدر فرمائی ہے - حضرت انسان میں بھی رب تعالےٰ نے حیات اور موت دونو رکھی ہیں - مگر افسوس! کہ انسان غفلت میں ہے جبتک انسان میں روح باقی ہے تو وہ زندہ ہے - ورنہ وہ مردہ ہو جاتا ہے - اور تمام کمالات زندگی ہی میں حاصل ہو سکتے ہیں - اس طرح رب تعالےٰ نے ساری کائنات میں حیات رکھی ہے اور اس کی روح ذکر الٰہی ہے —

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تک زمین پر ایک آدمی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہو گا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی - اور جب ایک آدمی بھی اللہ اللہ کرنیوالا باقی نہیں رہے گا تو اس وقت کائناتِ عالم کی روح نکل جائے گی اور قیامت قائم ہو جائیگی

حدیث شریف میں آتا ہے - کہ پانی جب تک جاری رہتا ہے تو ذکر الٰہی کرتا ہے جب رُک جاتا ہے تو ذکر الٰہی ختم کرنے کی وجہ سے مردہ ہو جاتا ہے - اسی طرح کپڑے جب تک صاف ستھرے اور پاک ہوتے ہیں تو ذکر الٰہی کرتے کرتے ہیں جب میلے اور ناپاک ہو جاتے ہیں تو ذکر اللہ سے خاموش ہو جاتے ہیں جس طرح انسان کے جسم کے لئے حیات اور ممات و رموز وابستہ ہیں - اسی طرح روح انسانی کے لئے بھی حیات اور ممات کا تعلق قائم ہے - روح کی حیات ذکر اللہ ہے - جب ذکر اللہ چھوٹ جاتا ہے تو اس وقت روح انسانی مردہ ہو جاتی ہے -

صحیحین (بخاری اور مسلم) میں روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَ مَنْ لَّمْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ - (اوکما قال) جو دل ذکر کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو ذکر نہیں کرتا وہ مردہ ہے - اس لئے علماء کرام کہتے ہیں کہ اولیائے کرام مرتے نہیں - بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف انتقال کرتے ہیں — گویا کہ اولیائِ اللہ کے دل دنیا، آخرت میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں - اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ نے انسان کے سینہ میں جو دل ودیعت رکھا ہے اس کے متعلق شیطان کا مقولہ پیش کرتا ہوں —— اللہ رب العزت نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمالیا تو تمام ملائکہ نے اس قالب کو دیکھا - اور شیطان نے بھی آدمؑ کے قالب کو پوری طرح دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے اندر ایک حجرہ بنایا ہے جس کا دروازہ بند ہے - اس راز کا علم مجھے نہیں ہو سکا - شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کے دروازے ذکر الٰہی سے کھلتے ہیں اور اس میں نور الٰہی کی شعاعیں اور لاٹیں جگمگاتی ہیں - غرضیکہ جب بھی انسان ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے اسی وقت سے اس کے قلب میں نور الٰہی کا آفتاب چمکتا ہے - جس طرح چوتھے آسمان پر آفتاب ہے جس کا نور چوتھے آسمان سے چل کر ساری کائنات کو روشن کرتا ہے - اسی طرح ہی ذکر الٰہی سے انسان کے دل میں نور الٰہی کا آفتاب پیدا ہوتا ہے جس کی روشنی عرشِ معلیٰ تک پہنچتی ہے -

علمی نکتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ ذات باری تعالےٰ کے ساتھ طور سینا کے مقام پر کلام کی تھی مگر پھر بھی وہ درخواست کرتے ہیں کہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ - جس چیز کی تمنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کر گئے تھے ذاتِ خداوندی نے بغیر مانگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تنے عطا فرما دی ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الآیہ)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شرح صدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا - کہ ذکرِ خداوندی سے ایک نور پیدا ہوتا ہے - جس کی تعبیر معرفت خداوندی کے ساتھ کی جاتی ہے - اسی نور کے چمکنے کا نام شرح صدر ہے - گویا اب دو قسم کے آفتاب ہوئے - ایک آسمانی آفتاب اور دوسرا مسلمان کے دل والا آفتاب - ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے - چوتھے آسمان پر جو آفتاب ہے اگر بادل وغیرہ حائل ہو جائے تو وہ چھپ جاتا ہے - لیکن معرفت الٰہی والے آفتاب کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی - نیز آفتاب آسمانی رات کو پوشیدہ ہو جاتا ہے لیکن معرفت الٰہی کے آفتاب کی چمک اور روشنی رات ہی کو عرشِ معلیٰ پر پہنچتی ہے - چنانچہ اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو رات ہی کو عرشِ معلیٰ پر بلا کر دیدار کرایا -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں صرف ولایت ہی کا آفتاب نہیں بلکہ ساتھ ساتھ آفتاب ہدایت اور آفتابِ نبوّت بھی ہے - نیز آسمان کا آفتاب زمین والوں کے لئے باعثِ زینت ہے اور مسلمان کے دل کا آفتاب ملائکہ کی زینت کا سبب بنتا ہے افسوس! کہ مسلمانوں نے اس آفتاب کو روشن کرنے کی کوشش نہیں کی - (باقی آئندہ)

بقیہ:- وفات حضرت ابوذر غفاریؓ

زبان والے انسان پر آسمان نے کبھی سایہ نہیں ڈالا تھا۔ اور نہ جس سے زیادہ صدیق و راست باز لہجہ کو زمین نے اپنی پشت پر کبھی اٹھایا تھا۔ ربذہ کی ایک کنج عافیت اور شکم زمین میں ہمیشہ کے لئے مستور و مخفی کر دیا گیا۔ اور وہیں آج تک موجود و مودَّع ہے۔ عام زیارت گاہ ہے۔ پس جو تنہا ہی چلتا تھا تنہا ہی رہتا تھا۔ وہ تنہا ہی عرصہ بلاد آزمائش سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ اور ربذہ کے صحرا میں تنہا ہی سویا ہوا ہے۔ تا اینکہ جب اٹھنے کا دن آئے تو وہ اس دن بھی تنہا ہی اٹھے۔

حقیقی جذب و سرمستی کا چراغ گو اس کے بعد گل ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی جہاں کہیں اس کی کچھ روشنی پائی گئی یا اس وقت بھی پائی جاتی ہے۔ وہ اسی کے فیض ریز شعاعوں کا نتیجہ ہے۔ اور آئندہ بھی زہد و ورع کے ہدی محمدی علی صاحبہا الف الف الصلوٰۃ و تحیۃ کے ساتھ جہاں کہیں بھی جمع ہوئے وہ اسی اجماع کا اثر جاری ہے۔

فرضی اللہ تعالیٰ عنہ و عن الذین اتبعوا باحسان

حضرت مسعودؓ کی روانگی اور آپ کے اہل و عیال کا انتظام

الغرض قضا و قدر نے جو کچھ چاہا وہ ہوا دفن کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے رفقاء کے ساتھ با چشم تر آپ کے خیمہ میں آئے۔

بیوی صاحبہ اور آپ کی یتیم صاحبزادی صاحبہ وہاں موجود تھیں۔ آپ نے تسلی و تشفی کے کلمات ان کو کہے۔ خود بھی سنبھلے ان کو سنبھالا جب کو نہ سکون پیدا ہو گیا۔ تو چلنے کے ارادے سے اٹھے۔

حضرت ابوذرؓ کی صاحبزادی صاحبہ نے پوچھا، کہ کہاں تشریف لے چلے، ابا نے وصیت کی ہے۔ اور خدا کی قسم دی ہے۔ کہ جب تک آپ لوگ کچھ کھا نہ لیں سوار نہ ہوں، انہوں نے اپنی زندگی میں بکری ذبح کر کے پکنے کا حکم دے دیا تھا۔ جو پک کر رکھی ہوئی ہے۔

یہ فرما کر کھانا پیش کر دیا۔ کھایا تو کیا جاتا لیکن مرنے والے کے اس خلوص کو دیکھ کر عبداللہ بن مسعودؓ دنگ ہو گئے اور ہونا چاہیئے تھا کہ حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اس وقت بھی عمل کیا۔ جب دنیا میں وہ اپنی آخری سانس پوری کر رہے تھے، تاکہ یہ دعویٰ کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ملوں گا۔ جس طرح آپ نے مجھ کو چھوڑا ہے" عملی طور پر مدلل ہو جائے۔

الغرض جو کچھ کھایا جا سکا کھانے والوں نے کھایا اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا؟ طبری نے اس کے متعلق دو روایتیں درج کی ہیں ایک میں یہ ہے۔ کہ حضرت ابوذرؓ کے تمام اہل و عیال کو ساتھ لے لیا۔ اور مکہ معظمہ میں جا کر حضرت عثمانؓ کے حوالے کر دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ نہیں ان لوگوں کو تسلی دلاسا دے کر آپؓ اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جانکاہ حادثہ کی خبر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت صدمہ ہوا اور بجائے اصلی راستہ کے آپ مدینہ ربذہ کی طرف سے لوٹے راستہ میں ربذہ سے اترے اور تعزیت وغیرہ کر کے سب کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئے۔

الغرض خواہ یہ ہوا یا وہ ہوا اس پر دونوں روایتیں متفق ہیں کہ ضمّہ عثمانُ الی اھلہ۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کے بال بچوں کو اپنے بال بچوں کے ساتھ ملا لیا۔

فجزاہ اللہ عنی و عن المسلمین خیر الجزاء

پھر دنیا نے ختم نبوت کے فیض صحبت کے کے آثار کو سرشاری و ہشیاری بے کاری و باکاری خواب و بیداری، بینی و ہستی کی اس عجیب و غریب ترکیبی وجود کو کبھی نہیں دیکھا؟

حیدر کرار (کرم اللہ وجہہ) امام فن نحو حضرت ابوالاسود دؤلی نے سچ فرمایا تھا۔

ذُرتُ اصحابَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما رایتُ لابی ذر شبیھا۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو میں نے دیکھا، لیکن ابوذر جیسا تو کسی کو نہ دیکھا۔

(مسند احمد ص ۱۸)

بقیہ: خطبہ جمعہ

حافظ ابن عبدالبرؒ نے استیعاب جلد اول ص۳ پر صحابہ کرامؓ کے متعلق لکھا ہے:-

یہ لوگ خیر القرون ہیں اور تمام ان امتوں میں جو کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے بنائی گئی ہیں بہترین ہیں (خیر امت ہیں) ان سب کی عدالت اللہ تعالیٰ کی ثناء اور صفت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء سے ثابت ہوتی اور کوئی زیادہ عدالت والا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اپنے نبیؐ کی صحبت اور مدد کے لئے اور کوئی پاکیزگی اس سے افضل نہیں ہے اور نہ کوئی تعدیل اس سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الآیہ)

پھر صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے عدالت اور دیانت کی ثناء اور صفت سے جس عظیم الشان مرتبہ پر اپنے رسولؐ کے اصحاب کو رکھا ہے وہ صرف اس لئے کہ ان کی ان روایتوں سے جن کو انہوں نے اپنے نبی سے فرائض اور سنتوں کو روایت کیا ہے تمام امت پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان تمام صحابہؓ سے راضی ہو جائے۔ یہ لوگ دین کو بعد والے مسلمانوں تک پہنچانے میں آپ کی طرف سے بہترین اور بہت اچھے مبلغ تھے۔

خلاصۂ کلام

یہ ہے کہ تمام اہل حق اہل سنت والجماعت متفق ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ اس کی شہادت دیتی ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل اور ثقہ ہیں، ان کی روایتیں مقبول اور معتمد علیہ ہیں۔ ان پر کوئی جرح اور تنقید نہیں ہو سکتی۔ اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔ اور اسے جنت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔

باضابطہ پرائمری کلاسیں

مدرسہ دعوۃ الحق رجسٹرڈ ملتان شہر تجوید و قرأت کی معیاری مثالی درسگاہ ہے۔ اس نے کتاب اللہ کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے پہنچانے اور معاشرہ کی نونہال کونپلوں کو الفاظ ربانی سے حصول فرحت و تازگی سے ہمکنار کرنے کا جو عزم کر رکھا ہوا ہے۔ اسی مشن اور پروگرام کے مطابق اب آئندہ صحت و قرأت اور حفظ و تجوید کے ساتھ ساتھ باضابطہ درجہ پرائمری کے قیام و اجراء کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

جبکہ مدرسہ دعوت الحق رجسٹرڈ ملتان شہر کے پاس نہ تو اس قدر سرمایہ کی فراوانی ہے۔ اور نہ ہی عمارت و مکانیت۔ غرض اہل ثروت و خیر سے دست تعاون بڑھانے کی اپیل ـــ اور ـــ اہل دل حضرات سے مشن اور پروگرام کی کامیابی کے لئے پر خلوص دعاؤں کی استدعا و التجا عرض ہے۔ اور طالبان تجوید و قرأت اور قرآن و پرائمری کے لئے باضابطہ داخلہ حاصل کر کے فائدہ اٹھا لینے کا مژدہ ہے۔

اعلان (۳۳۹)

احمد الدین جالندھری مہتمم مدرسہ دعوت الحق رجسٹرڈ ملتان شہر فون

عام فہم درس قرآن

گھر بیٹھے قرآن حکیم کے معنی اور مطالب آسان زبان میں سیکھنے کے لئے درس قرآن کتابی صورت میں منزل وار حاصل کریں۔ تفصیل اور نمونہ کے صفحات مفت طلب فرماویں۔

بقیہ :- لحم خنزیر کی فروخت

ہے ۔کہ اس کا لقمہ حلق سے اترتے ہی اس کا اثر ظاہر و باہر ہے ۔کہ بے حیائی پر انسان آمادہ نظر آتا ہے یورپ کے جن ملکوں میں اس کا رواج عام ہے ۔ وہاں کی تعداد پیدائش کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے ۔کہ وہاں کتنے ولد الزنا پیدا ہوتے ہیں ۔ اور یہ سب اسی حرام غذا کی وجہ سے ہے ۔ اگر اس کی کھلم کھلا فروخت اور استعمال کی وبا پھیل گئی تو ظاہر ہے ۔ پاکستان میں جہاں اور بے حیائیاں بڑھ رہی ہیں ۔ مزید بے حیائیوں کا اضافہ ہو جائے گا۔

لاہور کارپوریشن کو اپنی اولین فرصت میں اس بیماری کے روکنے کے لئے تگ و دو کرنی چاہیئے اور فیصلہ کرنا چاہیئے کہ بند ڈبوں میں سؤر کے گوشت کی فروخت بند کر دینی چاہیئے ۔ اگر اس کی فروخت فوراً بند نہ کی گئی تو اس کے اثرات برق کی طرح پھیلنے شروع ہو جائیں گے ۔

بیماری کی تشخیص ہو چکی ہے سب سے پہلے اس کے اسباب وعلل پر غور کرنا چاہیئے ۔ وہ کون سے ذمہ دار ارکان ہیں ۔جو خنزیر کے گوشت کی در آمد پر متعین ہیں ۔سب سے پہلے تو ان کے خلاف حکومت کو ایکشن لینا چاہیئے ۔کہ وہ اس کی ناجائز خرید و فروخت پر کیوں آمادہ ہوئے ۔ پھر حکمران طبقے سے ان لوگوں کا بھی سراغ لگانا چاہیئے ۔جنہوں نے اس کی در آمد میں حصہ لینے والوں کی حمایت کی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آج اپنی ہمیانیاں دنیا کی دولت سے بھر رہے ۔ لیکن انہوں نے ایک دن موت کے اٹل قانون میں گرفتار ہونا ہے ۔یہ دولت آنی جانی ہے ۔ اسے استقرار کا پٹہ حاصل نہیں ۔ پھر اس کی ناجائز خرید و فروخت سے دولت کی لوٹ کھسوٹ انہیں ایک دن قعر جہنم کا ایندھن بنائے گی ۔ جو لوگ اس قسم کے ناجائز لین دین میں حصہ دار ہیں ۔ اور جنہوں نے اس قسم کے ناجائز بیوپار کے کوٹے حاصل کر رکھے ہیں ۔ حکومت فوراً اس قسم کے کوٹے اور لائسنس روک دے ۔ ورنہ وہ ذمہ دار حکام اس بیماری کے دور رس نتائج کے خود ذمہ دار ہوں گے ۔کیا وہ پاکستان کے زن و مرد کو بھی سؤر کی طرح ایک دوسرے پر لپکنے کا منظر دیکھنا چاہتے ہیں ہ[illegible]ی دعا ہے کہ خدا ایسے گھناؤنے ...نظاروں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اور پاکستان کو اسلامی اقدار قائم کرنے کی توفیق دے ۔

لحم خنزیر کی فروخت سے جو روپیہ حکومت کے خزانے کو معمور اور بھر پور کرے گا ۔ اس سے قطعاً کبھی خیر و برکت نہ ہوگی ۔ البتہ بیت اللہ کے حجاج کو حج کعبہ کے لئے بھیجنے میں جو سرمایہ صرف ہوگا ۔ وہ برکت کا باعث بنے گا ۔ اس لئے حکومت کو چاہیئے کہ وہ ناجائز در آمد کو بند کر دے ۔ اور حاجیوں کے لئے پچاس سال کی عمر کی قید کو ختم کر دے ۔ جتنے حاجی اور ان کے خدام ان کے ہمراہ حج کو جائیں گے ان کے کوٹے فراخدلی سے بڑھا دینے چاہئیں ۔ انشاء اللہ پاکستان کو بیرونی قرضوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی ۔ اللہ تعالےٰ اسے اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کی توفیق دے دیگا ۔ وہ کبھی غیر ممالک سے قرضہ کی بھیک نہ مانگے گا ۔ اور عوام کے لئے جو منصوبہ بنائیں گے ۔ بشرطیکہ وہ غیر شرعی منصوبہ نہ ہو ۔ خداوند تعالےٰ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا پیدا بھی اللہ کرتا ہے ۔ اور رزق بھی وہی دیتا ہے

؎ آنکہ دنداں دھد　　ناں ہم دھد

اس کی ذات سے یاس و قنوط ہرگز نہ ہونی چاہیئے ہر حال میں توکل علی اللہ رہنا چاہیئے ۔

مفسر قرآن حضرت استاذی المکرم کو ایسے حال میں دیکھا کہ کئی کئی ہفتے کیسہ خالی نظر آئے پھر توکل کی برکت سے وہ دن بھی آئے کہ یکے بعد دیگرے حج بیت اللہ کا ہوائی جہاز کے ذریعے تانتا بندھا ہوا ہے عسر ہو یا یسر ہر حال میں مسفرہ ضاحکہ اور مستبشرہ نظر آتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔

اسی طرح سینماؤں کے ازدیاد سے اخلاق تباہ ہوں گے ۔ قوم ترقی کی بجائے روبہ تنزل نظر آئے گی ۔

ویسے تو بینہ کجا کجا نہم ۔جسم داغدار شد والا معاملہ ہے جو آفتاب نمودار ہوتا ہے ۔ وہ شیطنت کا ایک نیا بھوت ہی ہمارے سامنے کھڑا کرتا ہے ۔ ٹولنٹن مارکیٹ کی ان خبروں سے ہمارے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے تھے کہ ملتان کی متوحش خبروں نے ہمیں چشم گریاں اور سینہ بریاں بنا دیا کہ :۔

کچہری روڈ ملتان پر سینما کی تعمیر

یہ وہی کچہری روڈ ہے جہاں گورنمنٹ گرلز کالج واقعہ ہے ۔ اس کے خلاف جامع مساجد کے خطباء علماء اور ائمہ کرام نے صدائے حق کو بلند کرنا شروع کر دیا ہے ۔ لیکن ابھی تک ملتان سنٹرل بنک کی بالائی منزل جہاں یہ سینما تعمیر ہوگا ۔ اس کے خلاف حکم امتناعی جاری نہیں ہوا ۔ گورنر مسلمان وزیر تعلیم کمشنر ملتان ڈویژن مسلمان ڈپٹی کمشنر ملتان مسلمان پھر کسی کے کان پر بھی وکیلوں اور مجرمیتوں کی زبردست احتجاجی آوازوں سے جوں تک نہیں رینگی ۔ الامان والحفیظ ؏

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں ۔

کیا مسلمان گھرانوں کی بہو بیٹیاں اب اخلاق سوز گانوں سے اپنی عصمت کو بچا سکیں گی !

خیال است و محال است و جنوں ۔ غیور مسلمان ہرگز کبھی اس بے غیرتی کی اجازت نہیں دیں گے ۔ یہی ان کی اسلامی حمیت کا امتحان ہے ۔ اور کبھی اس لادینی و شیطانی قباحت کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیں گے ۔ بلند پایہ اولیاءٔ کے شہر کو فلمی گانوں کا مرکز ہرگز نہ بننے دیں گے ۔ یہی وہ ملتان ہے جہاں ایک دفعہ دنیا بھر کے رقص و سرود کرنیوالوں کے ایک درلڈ فیسٹیول کو ناکام بنا کر رکھ دیا تھا ۔ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا ۔ اس وقت مغربی پاکستان کے گورنر گورمانی صاحب تھے ۔ اشتہار میں طاؤس و رباب کے ساتھ ساتھ اس وقت کے وزراء کے اسماء بھی درج تھے ۔ ملتان کے مسلمانوں نے اپنی اسلامی یکجہتی کا ثبوت دیا اور خدا نے انہیں کامیاب کر دیا ۔

انتخاب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۶۶ء بمطابق ۲۹ ذی الحجہ بروز جمعرات صبح دس بجے مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کا اجلاس دفتر تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی گیٹ لاہور میں منعقد ہوگا ۔ جس میں امیر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کا انتخاب ہوگا ۔

تحفظ ختم نبوت پاکستان کے تمام ممبران وقت مقررہ کے لئے تشریف لے آئیں اور جو حضرات تشریف نہ لا سکتے ہوں ۔ اپنی رائے بذریعہ ڈاک ملتان اور لاہور ہر دو دفاتر کے پتہ پر ارسال فرما دیں ۔ تحریری آراء مورخہ ۲۰ اپریل تک پہنچ جانی چاہئیں ۔ (مولانا) محمد علی ناظم اعلیٰ مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت

انوار قدسیہ اردو ترجمہ فی آداب العبودیہ :۔

یہ کتاب اولیائے کرام کی پہچان علم نافع کی تلاش دور سلف صالحین کے فقراء عظام اور صالحین کے حالات اور مقامات عبودیت کی شان عظیم پر مشتمل ہے ۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ کی یہ نادر و نایاب کتاب حب الٰہی اور تعلق مع اللہ بڑھانے کے لئے اکسیر اعظم کا درجہ رکھتی ہے ۔ تصوف کی یہ لافانی کتاب ہے ۔

سفید کاغذ عمدہ طباعت خوشنما ڈسٹ کور ہدیہ چھ روپیہ ۔

ہماری دیگر کتابیں

معراج المومنین	صوفی سید عابد میاں ڈابھیلی	۱ - ۵۰
رسول کی باتیں	مولانا احمد سعید دہلویؒ	۲ - ۵۰
عرش الٰہی کا سایہ	〃	۱ - ۰
ہماری دعا کیوں قبول نہیں ہوتی ؟	〃	۱ - ۲۵

ان کے علاوہ ہر قسم کی دینی کتابوں کے لئے ہمیں خدمت کا موقع دیں

خدام الدین کے حوالہ سے جو آرڈر ہمیں موصول ہوں گے ۔ ان کتابوں کا ڈاک خرچ ہم ادا کریں گے ۔

صفیہ اکیڈمی ۲/۱۶ پی ۔ آئی ۔ بی کالونی ۲ کراچی ۵

بارعایت

انگریزی و دیسی ادویات کی دکان

قادری میڈیکوز

۱۱- رحیم روڈ مصری شاہ لاہور

روح پرور اسلامی تحائف

۳۔ **تحفہ ذکر** ذکر الہٰی کے برابر کوئی چیز نہیں اس کتاب میں ذکر کے فضائل کا شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کتاب سے مستفیض ہونا چاہئیے

ہدیہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے

۴۔ **دو لاجواب تحفے** یعنی صلوٰۃ التسبیح و کلمہ تمجید ایک اہم ترین نماز دوم افضل ترین وظیفہ اس کتاب میں دو ایسے عظیم الشان تحفوں کا بیان ہے جنکی اہمیت و فضیلت تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے نزدیک مسلّم ہے ہدیہ ۷۵ پیسے

۵۔ **تحفہ حاجتمنداں** زندگی میں بعض دفعہ ایسے مشکل و دشوار کام پیش آجاتے ہیں کہ انسان حواس باختہ ہوکر جائز و ناجائز طریقہ سے اس کو حل کرنا چاہتا ہے اس کتاب میں ہر دشوار اور مشکل کام آسان ہونے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ حاجتمندوں کے لئے اس سے بہتر تحفہ کہیں دستیاب نہیں ہوسکتا ہدیہ ۲۵ پیسے

۶۔ **تحفہ مقروضاں و ناداراں** دنیا میں تنگدستی و مفلسی اور مقروض ہونا بہت تلخ و ناگوار بلائیں ہیں انسان کی خوشگوار اور پرسکون زندگی ان دونوں بلاؤں کی وجہ سے تلخ و بدمزہ ہوجاتی ہے اس کتاب میں قرآن و حدیث کی وہ دعائیں اور اعمال اور بزرگان دین کے ان معمولات کا بیان ہے جنکی بدولت انسان ان بلاؤں سے نجات پا جاتا ہے اور اسے پرسکون زندگی نصیب ہوجاتی ہے۔ ہدیہ ۵۰ پیسے (مکمل سیٹ کا ہدیہ ۵/۵۰ خرچہ ڈاک بذمہ خریدار (تحفہ جہاد بھی عنقریب طبع ہونے والا ہے

ملنے کا پتہ ادارہ تحائف اسلامیہ۔ مکتبہ حفیظیہ
جامع مسجد نور سٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ
سندھ میں ادارہ کی کتابیں مسلم کتب خانہ رحمانی مسجد ڈاکخانہ حمرانی نوکو ننیڈہ روہڑی سے مل سکتی ہیں۔

دورۂ حدیث کے طلباء کیلئے خوشخبری

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کیمبلپوری شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ انوریہ اوکاڑہ نے طلباء کے اصرار کی وجہ سے دورۂ حدیث کی کتابوں میں سے بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھانا شروع کر دیا ہے۔

داخلہ عیدالاضحیٰ تک جاری رہے گا۔ طلبائے علم کے لئے اس دورہ میں شریک ہونے کا نادر موقع ہے

مولانا لطف الرحمان جامعہ حنفیہ انوریہ
نزد ریلوے پل، اوکاڑہ

دو روزہ ختم نبوت کانفرنس

مورخہ ۲-۳-محرم ۱۳۸۶ھ بروز اتوار پیرکیمی باغ سمندری میں شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزیہ و مولانا استاذ المبلغین مناظر اسلام لال حسین صاحب اختر شرکت فرمائیں گے۔

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ اسلامیہ رجسٹرڈ بوریوالہ کا بائیسواں سالانہ جلسہ ۸، ۹، ۱۰ر اپریل ۱۹۶۶ء بروز جمعہ ہفتہ۔ اتوار زیر سرپرستی حضرت مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب جانشین حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا شمس الحق، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا محمد علی جالندھری و دیگر علمائے کرام شرکت فرما رہے ہیں۔

(عبدالرحیم نعمانی)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب

۸ر اپریل ۱۹۶۶ء بروز جمعہ بوقت شام منڈی حاصل پور کو روانگی

۹ر اپریل بروز ہفتہ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم منڈی حاصل پور کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائیں گے اور اسی رات واپس لاہور تشریف لائیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

دعائے مغفرت

مولانا محمد حامد رحمانی رکن مجلس شوریٰ شمالی پنجاب و نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام کی والدہ محترمہ چند دن ہوئے رحلت فرما گئیں ہیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ قارئین ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔

اطلاع

جانشین حضرت شیخ التفسیر جناب حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور نے از راہِ نوازش بہاولپور کے مقامی احباب کے لئے مجلس ذکر کی اجازت فرما دی ہے۔ یہ مجلس ذکر حضرت لاہوری ؒ کی خاص یادگار ہے۔ جس میں سلسلہ قادریہ کے رنگ میں بعد نماز مغرب بورسٹل مسجد میں یہ مجلس منعقد ہوتی ہے۔ جہاں کچھ احباب جمع ہوکر اللہ اللہ کرتے ہیں۔ لوکل دوست بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔

ضرورتِ قاری

بچوں کو قرآن کریم ناظرہ و حفظ پڑھانے کے لئے ایک تجربہ کار، حافظ و قاری کی ضرورت ہے تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی۔ پتہ ذیل پر خود ملیں یا خط لکھیں۔ سند ساتھ لائیں۔
میر محمد شفیع رہبر رائس ملز گکھڑ ضلع گوجرانوالہ





بچوں کا صفحہ

ایک نصیحت آموز واقعہ

نیک بخت خاتون نے تیس ہزار اشرفیوں سے بچّہ کی پرورش کیسے کی؟

رشید احمد ارشد، جہلم

امام ربیعۃ الرائے رح جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ فقہ میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ یہ بطنِ مادر میں تھے کہ ان کے والد فروخ رح سلطنت کی جانب سے خراسان کی مہم کے افسر بنا کر بھیجے گئے۔ یہ اسلامی فتوحات کے شباب کا دور تھا۔ لوگ تبلیغ اسلام کی روح سے سرشار تھے۔ فروخ کو اس میں ۲۷ برس لگ گئے۔ اس عرصہ میں ربیعۃ الرائے بیدار ہوئے اور علم دوست ماں کی آغوشِ تربیت میں جوان ہوئے۔ فروخ نے سفر پر جاتے ۳۰ ہزار اشرفیاں جو ان کی عمر کا اندوختہ تھیں بیوی کے سپرد کی تھیں۔ مدینہ اس زمانہ میں مدینۃ العلم بنا ہوا تھا۔ صحابہ کرام رض کی علمی مجالس جابجا قائم تھیں۔ نیک بخت خاتون نے یہ تمام اشرفیاں بیٹے کی تعلیم و تربیت پر نثار کر دیں۔ فروخ جب تک لوٹے۔ بیٹا امام وقت بن چکا تھا اور امام مالک رح اور خواجہ حسن بصری رح جیسے آئمہ اُن کے تلمذ کا فخر حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ فروخ جب لوٹ کر آئے تو سیدھے گھر پہنچے۔ دروازہ کھٹ کھٹایا ربیعہ باہر آئے۔ نہ باپ نے بیٹے کو پہچانا اور نہ بیٹے نے باپ کو۔ فروخ نے بے تکلّف گھر میں داخل ہونا چاہا تو ربیعہ نے سختی سے ڈانٹ دیا۔ (ربیعہ اس آیت خداوندی کے مطابق جس میں فرمایا گیا ہے۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (آلایہ) ترجمہ: اور مت کہہ ماں باپ کے لئے اُف اور مت ڈانٹ ان کو۔ اور ان کے لئے اچھی اچھی باتیں کہا کر۔ زجر کا موجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اسے پتہ ہی نہ تھا کہ یہ میرا شفیق و مہربان باپ ہے اگر معلوم ہوتا تو ربیعہ کبھی یہ نہ کہتے جو آئندہ سطور میں آ رہا ہے) اور کہا کہ او دشمنِ خدا! غیر کے گھر میں کیوں گھُسا جاتا ہے؟ فروخ کو یہ سن کر طیش و غصّہ آ گیا۔ بولے ”خدا کے دشمن! تُو کون ہے جو مجھ کو اپنے گھر میں جانے سے روکتا ہے۔ غرض یہ بات بڑھی محلہ کے لوگ جمع ہو گئے امام مالک رح بھی استاد کا معاملہ سمجھ کر تشریف لائے۔ اور نرمی سے فروخ کو سمجھانا چاہا۔ انہوں نے کہا۔ کہ میرا نام فروخ ہے یہ میرا مکان ہے! (ذرا پردہ کی پابندی کی طرف بھی خیال فرمائیے) ربیعہ کی والدہ نے نام سن کر پہچانا اور پکار کر کہا۔ یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں — اب باپ بیٹے گلے ملے۔ (مدتوں کی فرقت کے بعد وصل پر خوشی اور مسرت سے) گھر میں آئے۔ جب اطمینان سے بیٹھے تو ۳۰ ہزار اشرفیاں یاد آئیں۔ بیوی سے پوچھا کہ اشرفیاں جو میں نے تمہیں دی تھیں، وہ ہیں؟ بیوی نے جواب دیا کہ حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں — مؤذن نے سجدہ ریزی کا مطالبہ کیا تو اُٹھ کر چل دیئے۔ فروخ جب مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے تو دیکھا کہ ربیعہ مسندِ درس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف شاگردوں کا ہجوم ہے۔ فروخ نے یہ عالم دیکھا تو فرطِ مسرّت سے بے خود ہو گئے۔ خوش خوش گھر آ کر بیوی سے کیفیّت بیان کی۔ بیوی نے کہا۔ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے لختِ جگر کی شان و شوکت یا ۳۰ ہزار اشرفیاں —؟ فروخ نے جواب دیا۔ واللہ، اس جلالتِ شان کے مقابلہ میں ۳۰ ہزار اشرفیاں کیا قیمت رکھتی ہیں۔ بیوی نے کہا کہ میں نے وہ اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم و تربیت میں صرف کر دی ہیں۔ کہیئے بُرا تو نہیں کیا —؟ فروخ بے ساختہ بول اٹھے ”خدا کی قسم تم نے میرا مال ضائع نہیں کیا“۔ (ماخوذ)

حاصل

یہ نکلا کہ اُس خوش بخت و خوش نصیب خاتون نے اپنے خاوند کی متروکہ اشرفیوں کو صرف کر کے اپنے لختِ جگر کو دین کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا اور بچہ نے کوشش کی تو معمولی عرصہ میں کس قدر ہونہار بن گیا امام مالک رح اور حسن بصری رح جیسے علماء کو اس بچّہ کی شاگردی پر فخر تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کی خواتین کی دولت سینما سے ہی نہیں بچتی۔ مگر آج بھی بقولِ اقبال ؎

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

آج بھی اگر کوشش اور ہمت کرے تو ہر بچہ کمال حاصل کر سکتا ہے مگر کتاب و سنت سے وابستگی شرط ہے۔ بقول شاعر ؎

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلمان ہو کر
ہم خوار ہوئے ہیں تارکِ قرآں ہو کر

دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ ہر نیک مقصد کے متمنّی کو کامیاب و کامران فرمائیں۔ آمین!

پسندیدہ نصائح

سراج الدین بی، اے، سکھر

★

آتی ہے

- فضول خرچی کرنے سے مفلسی۔
- محنت و دیانت اور کفایت شعاری سے دولت۔
- بے ادبی کرنے سے بدنصیبی۔
- یتیم اور بیوہ کا مال ناحق کھانے سے بربادی۔
- بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ادب اور عقل۔
- غیبت کرنے اور سننے سے بیماری۔
- مصیبت اور تکلیف میں صبر کرنے اور شکوہ نہ کرنے سے راحت۔

حماقت کی نشانی

- بغیر نیکی اور عبادت کے آخرت میں ثواب اور جنت کی امید۔
- خود بے وفائی کی عادت ہوتے ہوئے دوسروں سے وفا کی امید۔
- بداخلاقی یا بخل کے ہوتے ہوئے دوسروں سے وفا کی امید۔
- آرام طلبی و سستی کے ساتھ مراد پانے کی امید۔
- اولاد کو مذہبی تعلیم و تربیت نہ دینے کے باوجود فرمانبرداری کی امید۔
- بیماری میں بدپرہیزی کے ساتھ تندرستی کی امید۔
- بیوی سے روز لڑنے کے باوجود گھر میں چین و راحت کی امید۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

انوارِ ولایت
و
مقاماتِ ولایت

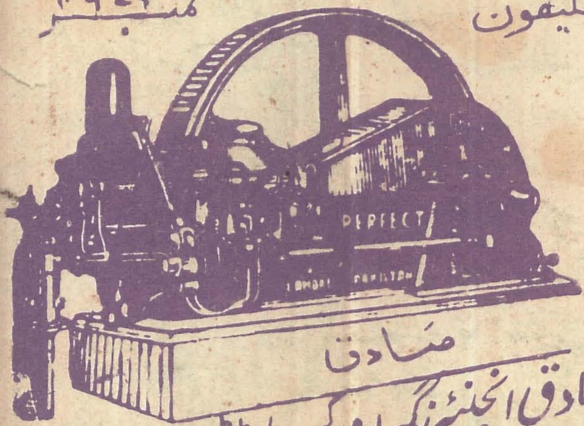
سید الاولیاء حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات از ولادتِ سعید یا وفات حسرت آیات کا مطالعہ اگر مقصود ہو تو انوارِ ولایت پڑھئے اور اگر آپ کے علمی و عملی کمالات، مجاہدانہ کردار، ہادیانہ روش اور عارفانہ کشف و کرامات کو کتاب و سنت کے ظہور قدسی میں دیکھنا ہو تو مقاماتِ ولایت آج ہی خرید لیجئے۔ ہر دو کتب حضرت مولانا قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی جانشین شیخ التفسیر کی مصدقہ ہیں۔

انوارِ ولایت بلا جلد	۳/۵۰	مقاماتِ ولایت مجلد	۷/-
مقاماتِ ولایت " "	۶/-	ہر دو کتب کا مجلد سیٹ	۱۰/-

محصول ڈاک: بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

ٹیلیفون نمبر ۴۹۷۶



صادق

صادق انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ

بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

انجمن خدام الدین لاہور کی اجازت سے شائع شدہ

قرآنِ عزیز
تجزیہ جدیدہ

رنگین　　دیدہ زیب

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم سوم	مجلد قسم دوم	مجلد قسم اوّل
مکینیکل گلیز کاغذ	کرنافلی سفید کاغذ	آفسٹ پیپر
۸/- روپے	۱۲/- روپے	

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن ناظم شعبہ تالیف واشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

قرآن مجید
(سندھی ترجمہ)

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیحضرت مولانا و سیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

شائع ہو گیا ہے

ھدیہ فی جلد سات روپے : ڈاک خرچ ۲ روپے
کُل نو روپے
پیشگی بھیج کر طلب کریں

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ - لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا